حق و باطل میں فرق

یعنی

اہلسنّت اور اہلحدیث



مرتب و مؤلف
محمدّ حنیف رضا

حق و باطل میں فرق

یعنی

اہلسنّت اور اہلحدیث

مرتب و مؤلف

محمد حنیف رضا

جامعہ اشاعت القرآن

مفتی محمد عبدالحکیم انسٹیٹیوٹ بریڈفورڈ 19 جمشید روڈ نزد بریڈفورڈ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب .... حق و باطل میں فرق (یعنی اہلسنت اور اہلحدیث)

نام مصنف .... مولانا محمد حنیف رضا نقشبندی

نظر ثانی .... حافظ محمد نواز بشیر جلالی

حافظ محمد شاہد اقبال جلالی

کمپوزنگ .... النظامیہ کمپوزنگ سنٹر لاہور

کمپوزرز .... علامہ محمد اکرام اللہ بٹ

حافظ محمد کاشف جمیل (0301-4423944)

صفحات 96

قیمت ....

تعداد 2000

سن اشاعت 2006ء

☆......☆......☆......☆

حق و باطل میں فرق

محمد حنیف رضا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حق و باطل میں فرق

یعنی

اہلسنّت و اہلحدیث

عجب رنگ پر ہے بہارِ مدینہ
کہ سب جنتیں ہیں نثارِ مدینہ

مبارک رہے عندلیبو! تمہیں گل
ہمیں گل سے بہتر ہے خارِ مدینہ

مری خاک یارب نہ برباد جائے
پسِ مرگ کر دے غبارِ مدینہ

ادب سیکھو رضوان یہ جنت نہیں ہے
چلو سر کے بل ہے یہ کوئے مدینہ

جدھر دیکھئے باغ جنت کھلا ہے
نظر میں ہیں نقش و نگارِ مدینہ

ملائک لگاتے ہیں آنکھوں میں اپنی
شب و روز خاکِ مزارِ مدینہ

دو عالم میں بٹتا ہے صدقہ یہاں کا
ہمیں اک سا ریزہ خوار مدینہ

شرف جن سے حاصل ہوا انبیاء کو
وہی ہیں حسؔن افتخار مدینہ

تقریظ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ .

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَ آلِہِ الطَّیِّبِیۡنَ وَ اَصۡحَابِہِ الۡھَادِیۡنَ . اَمَّا بَعۡدُ .

آج جس نظریاتی خلفشار اور فکری انتشار کا دور دورہ ہے اوسط درجہ کی معلومات کے حامل انسان کے لئے جادۂ حق کی پہچان میں مشکلات ہیں ۔ گذشتہ صدی سے سیاسی عوامل کے تحت اہل سنت و جماعت سے اعتزال ائمہ اربعہ کے فقہی مکاتب سے آزادی کی لہر اٹھی ہوئی ہے، اور اس طرح امت مسلمہ کو تشبت و افتراق کے اندھے غاروں میں دھکیلا جا رہا ہے ۔ اسلاف اہل اللہ کی اتباع کو ایک بندھن ظاہر کیا جا رہا ہے، حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اپنے بندوں کو کامل مومنین کے عقائد و اعمال کی اتباع کا حکم فرماتا ہے۔

وَ مَنۡ یُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الۡھُدٰی وَ یَتَّبِعۡ غَیۡرَ سَبِیۡلِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی الی آخر الایۃ (النساء : ۱۱۵)

اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق کا راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے، ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ ہے پلٹنے کی۔

اور وَاتَّبِعۡ سَبِیۡلَ مَنۡ اَنَابَ الی آخر الایۃ

اسلاف اہل اللہ کی مخالفت کی اس مذموم تحریک کو بزعم خویش اتباع سنت کا نام دیا جاتا ہے اور اسی ذوق فاسد کے نتیجہ میں صحابۂ کرام علیہم الرضوان ہی نہیں، خلفائے راشدین کے فیصلوں کی تغلیط اور ان کے احکامات کو خلاف سنت قرار دینے سے بھی حیاء نہیں کی جاتی، روایات پر جرح میں تعصب، عناد اور جہالت کی یہ کیفیت ہے کہ دورِ حاضر کے نقادِ حدیث ہوائے نفس کے تابع جس صحیح حدیث کے بارے میں نہیں چاہتے، سقم کہہ دیتے ہیں۔ فقہائے کرام کے تقدم زمانی کی رعایت نہ کرتے ہوئے ان کی مستدل مرویات کو ضعیف قرار دینے میں عجلت کے ساتھ جسارت کرتے ہیں، حالانکہ عارفین فن سے یہ بات مخفی نہیں کہ قرنِ اوّل کے فقہائے کرام کی متمسک اور مستدل روایات اس تمسک اور استدلال کے باعث اپنی صحت کا پتہ دیتی ہیں مگر یہ تعجیل کے مارے ہوئے علمی یتیم ان معارف کی قدر کیا جانیں۔

حضرت مولانا محمد حنیف رضا نقشبندی صاحب نے جو علاقہ میر پور (آزاد کشمیر) کے ایک علمی خانوادہ کے چشم و چراغ ہیں، زیرِ نظر کتاب میں ایسے ہی لوگوں کو امام الائمہ کاشف الغمہ امام اعظم سیدنا نعمان بن ثابت ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دلائل سے آگاہ کرنے کی سعی مشکور فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ جل شانہ بطفیل حبیب مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کو قبول فرمائے اور طالبین حق کے لئے اسے نافع بنائے ۔آمین بجاہ حبیبہ الکریم

الراجی الیٰ رحمة ربه المنان

محمد عرفان غفرله الرحمن الی یوم المیزان

خادم علم جامعه بهکهی شریف نزیل بریڈ فورڈ انگلینڈ

(16/07/2003)

تقریظ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ .

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَ عَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیۡنَ الطَّاھِرِیۡنَ وَ عَلٰی اَصۡحَابِہِ الۡکَامِلِیۡنَ الۡوَاصِلِیۡنَ وَالتَّابِعِیۡنَ لَھُمۡ بِالۡاِحۡسَانِ اِلٰی یَوۡمِ الدِّیۡنِ اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ . بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ . اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ. صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡھِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ .

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ مجھ سے راہِ ہدایت پر چلنے کی توفیق طلب کرو اور ساتھ ہی وضاحت فرمادی کہ صراطِ مستقیم وہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام یافتہ لوگوں کی راہ ہے اور غضب و ضلالت سے محفوظ حضرات کی راہ ہے اور ان حضرات کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

مَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ الرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡھِمۡ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَ الشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ.

یعنی جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے گا اور رسول معظم ﷺ کی اطاعت کرے گا تو وہ ان لوگوں کی معیت اور رفاقت سے بہرہ ور ہوگا۔ جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اور وہ نیک بخت اور سعادت مند حضرات، انبیاء، صدیقین اور

شہداء وصالین ہیں، لہٰذا واضح ہوا کہ انبیاء کی راہ پر چلنا جس طرح ضروری ہے اسی طرح صدیقین اور شہداء وصالحین کی راہ پر بھی چلنا ضروری ہے، بلکہ آخری تین جماعتوں کے ذریعے ہی انبیاء کرام علیہم السلام کی راہِ اقدس کا کامل واکمل طریق پر پتہ چل سکتا ہے اور حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صدیقین میں اہم مقام کے مالک ہیں اور شہداء وصالحین میں بھی درجۂ علیا اور مرتبۂ اعلیٰ پر فائز ہیں اور بقول امام سیوطی نبی مکرم ﷺ کے اس فرمانِ ذیشان کے صرف وہی مصداق ہیں۔

لَوْ كَانَ الدِّيْنُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: اگر دین اسلام ثریا کی بلندی پر بھی چلا گیا تو ان کی قوم سے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو اس کو قابو میں لائیں گے (اور لوگوں میں اس کو پھیلائیں گے) اور یہ سہرا صرف اور صرف امام ابوحنیفہ اور ان کے رفقاء وتلامذہ کے سر بندھتا ہے اور یہ اعزاز صرف اور صرف انہیں ہی حاصل ہوا ہے۔

غیر مقلدین نے حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے بعض ارشادات اور اعمال کو خلاف حدیث قرار دینے کی مذموم کوشش کی تھی اور عوام میں افتراق و انتشار پیدا کرنے کی نامسعود جدوجہد کی تو حضرت علامہ مولانا محمد حنیف رضا صاحب نے خداداد صلاحیت و استعداد کو بروئے کار لاتے ہوئے قرآن وسنت کے دلائل قاہرہ سے ان کے فاسد دعویٰ کا رد فرمایا اور آپ کے مذہب ومسلک کو دوپہر کے اُجالے کی طرح واضح اور روشن فرمایا اور مدلل اور روشن انداز میں پیش فرما کر آپ کے مذہب ومسلک کی حقانیت کو روزِ

روشن کی طرح واضح فرمادیا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور اہلِ اسلام کو بالعموم اور احناف کو بالخصوص اس سے استفادہ کی توفیق نصیب فرمادے۔ آمین

ابوالحسنات **محمد اشرف سیالوی**

خطیب اعظم جامع مسجد پرانی عیدگاہ۔ جھنگ صدر

دار العلوم جامعہ اسلامیہ مہریہ منیر الاسلام کالج روڈ سرگودھا

تقریظ

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نَتُوْبُ اِلَیْہِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ . صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَعَالٰی وَ سَلَامُہٗ عَلَیْہِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ صَحْبِہٖ اَجْمَعِیْن .

اللہ عزوجل کی حمد وثنا اور حضور نبی کریم تاجدار مدینہ سید المرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین ﷺ پر درود وسلام کے بعد یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک حضور نبی کریم ﷺ کی محبت انسان کے دل میں نہ ہو۔

اللہ عزوجل قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ. (ال عمران ۳: ۳۱)

ترجمہ: اے محبوب! آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اطاعت کرو اللہ سبحانہ وتعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس آیۂ کریمہ میں ارشاد فرماتا ہے کہ میری محبت کے لئے

ضروری ہے کہ میرے محبوب کی اتباع کی جائے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی محبت کے بغیر اللہ کی محبت ممکن ہی نہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ وَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس پاک ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم میں کوئی شخص اس وقت تک ایمان دار نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے باپ، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔

اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے یہ قید لگا دی ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک ایمان دار نہیں ہو سکتا جب تک اس کے نزدیک ہر شے سے زیادہ اللہ کا نبی ﷺ محبوب نہ ہو جائے، آپ سے محبت کرنے کی غایت یہ ہے کہ آپ کے ہر قول و فعل کو اپنی زندگی کا نمونہ بنائے اور سنّت کے خلاف کوئی حرکت اس سے سرزد نہ ہو۔ اس کفر والحاد کے دور میں ایسے علماء کی ضرورت ہے جو مختلف مسائل کا حل قرآن و سنّت کی روشنی میں پیش کریں اور یہ ایک ایسا دور ہے جس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ :

مَنْ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِیْدٍ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مضبوط پکڑے میری سنّت کو ایسی حالت میں کہ میری امت بگڑ چکی ہو تو اس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔

اس دور میں مجھے یہ جان کر انتہائی مسرت ہوئی کہ محترم صاحبزادہ محمد حنیف رضا صاحب اسی محبت نبوی کے جذبہ کے ساتھ بڑی محنت اور جانفشانی سے دین کی دعوت اور تبلیغ کا کام کر رہے ہیں، تصنیف و تالیف کے کام کو بھی جاری رکھے ہوئے ہیں۔ مجھے ان کی تالیف کے مسوّدہ پر نظر ثانی کا موقع ملا۔ انہوں نے اس کو حق و باطل میں فرق یعنی (اہل سنّت اور اہل حدیث) کے نام سے موسوم کیا اور بڑے علمی اور تحقیقی انداز میں مختلف فقہی مسائل جو بہت اہمیت کے حامل ہیں، پر اپنا قلم اٹھایا۔ ان مسائل میں مسئلہ قرأت خلف الامام، رفع الیدین کی حقیقت، بیس رکعت تراویح اور دوسرے اہم مسائل شامل ہیں۔

اللہ کریم سے دعا ہے کہ وہ جناب محترم صاحبزادہ صاحب کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور انہیں مزید ہمت اور حوصلہ دے کہ وہ اسی طرح دعوت و تبلیغ اور تصنیف و تالیف کے کام کو جاری رکھ سکیں۔

مسعود احمد رضا

پی۔ایچ۔ڈی (اسلامک لاء)

اردن یونیورسٹی عمان۔اردن

تقریظ

وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوۡا ٥

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے جو دنیا کے ہر ذی نفس کے حقوق کی احسن اسلوب سے ترجانی کرتا ہے، عہد حاضر میں ایک سو سے زائد مختلف مذاہب کے پیروکار اپنی اپنی عبادات میں مصروفِ عمل ہیں مگر مسلم امہ کی تعداد ایک ارب پینتالیس کروڑ کے قریب ہے، ان کی مجموعی آمدن فرانس کی آمدن سے بھی کم ہے۔ یہ بھی عالمِ اسلام کی بدقسمتی ہے کہ مسلمانوں نے اپنی اپنی دکانداریاں چمکانے کے لئے ایک نہیں درجنوں کی تعداد میں گروہ بنا رکھے ہیں مگر ان گروہوں میں سے ایک راستہ حق جبکہ باقی گروہ باطل ہیں۔

حدیث نبوی ہے کہ "امتِ مصطفےٰ ﷺ تہتر فرقوں میں منقسم ہو جائے گی، جن میں سے ایک مذہب اہل جنت ہوگا۔"

حدیث شریف ہے کہ "حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل بہتر (72) فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت تہتر (73) فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ ان میں سے ایک مذہب کے سوا باقی تمام فرقوں کے پیروکار جہنمی ہوں گے۔ صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا: یا رسول

اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) وہ ایک مذہب والے کون ہیں؟ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ جس مذہب پر میں اور میرے صحابہ کرامؓ ہیں۔

(ترمذی ۸۹۔ مشکوٰۃ شریف ص ۳۰)

عہدِ حاضر میں نت نئے نئے فرقے جنم لے رہے ہیں، جن میں وہابیت، شیعیت، ذکری، خارجی، آغاخانی، گوہرشاہی وغیرہ، ان فتنوں سے سب سے زیادہ خطرناک وہابیت ہے۔ اس کا اندازہ آپ اس امر سے لگا سکتے ہیں کہ قادیانی ہونے کے لئے نجدی ہونا ضروری ہے۔

یہ نجدی فرقہ دنیا میں آج کل اپنے آپ کو اہلِ حدیث ظاہر کر کے کام کر رہے ہیں۔ وہابی گروپ آئمہ کرام کی پیروی کو حرام کہتے ہیں، اس گروہ کا بانی محمد بن عبدالوہاب نجدی ہے۔

جب ہم تاریخ کے اوراق الٹاتے ہیں تو تاریخ بتاتی ہے کہ قرونِ اولیٰ میں ''اہلِ حدیث'' یا ''صاحب الحدیث'' اِن تابعین کو کہتے ہیں کہ جن کو احادیث زبانی یاد ہوں اور محدث کی قدرت رکھتا ہو۔ انسانی تاریخ میں اہلِ حدیث کے نام کے کسی فرقہ کا وجود نہیں ملتا۔

برصغیر پاک و ہند کی تاریخ میں لفظ ''اہلِ حدیث'' جو سات حروف پر مشتمل ہے، علم نجوم کے حوالہ سے عدد سات نجس ہے۔

ان کا ایک سیاسی پس منظر بھی ہے، ہندوستان میں اس فرقے کو پہلے وہابی کہتے تھے، اس گروہ کے پیروکاروں نے 1857ء کی جنگ آزادی میں فرنگیوں کا کھل کر ساتھ دیا اور سامراجی راج قائم کرنے میں مدد کی اور اقتدار کے مزے لوٹے مگر فرنگیوں کے اقتدار حاصل کرنے کے بعد برصغیر پاک و ہند میں اہل سنّت اور

اہل محبت پر ظلم وستم کی نئی تاریخ رقم کی مگر نجدی گروہ فرنگیوں کے دامن میں پناہ لے کر بھاری فوائد کے ثمر لوٹتا رہا۔

پھر جب وہابیوں کو شعور آیا تو انہوں نے اپنے آپ کو وہابی کہلوانے کی بجائے اہل حدیث کہلوانے کی تحریک کا آغاز کیا۔ حالانکہ ان کا حدیث کی پیروی سے کسی حوالہ سے بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان کے عقائد گمراہ کن ہیں۔

چند مستند حوالہ جات جو ان نجدیوں کی کتب سے لئے گئے ہیں جنہیں دنیا کا کوئی مؤرخ اور اہل عقل رد نہیں کر سکتا ہے

مثلاً نجدیوں کا عقیدہ ہے کہ

☆ رسالتِ مآب ﷺ کے مزارِ مقدس کی زیارت کے لئے سفر نا جائز ہے۔

(کتاب عرف الجاری ص ۲۵۷)

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تین سو غلطیاں ہوئیں۔

(کتاب فتاویٰ حدیثیہ ص ۸۷)

☆ امام الوہابیہ محمد بن عبدالوہاب نجدی اپنی کتاب اوضح البراہین ص: ۱۰ پر تحریر کرتا ہے کہ رسالتِ مآب ﷺ کا مزار مبارک گرا دینے کے قابل ہے اگر میں اس پر قادر ہو گیا تو اسے گرا دوں گا۔ (معاذ اللہ)

اہلِ حدیث ...... اپنے سوا تمام مسلمانوں کو گمراہ اور بے دین سمجھتے ہیں۔

اہل حدیث ...... کے نزدیک فقہ بدعت ہے۔

اہل حدیث ...... مذہب میں مادہ منویہ تولید پاک صاف ہے۔

اہل حدیث ...... کا مذہب ہے کہ رسالت مآب ﷺ زندہ نہیں، مٹی کے ساتھ مل کر مٹی ہو گئے۔ (معاذ اللہ)

ان کے باطل عقائد گمراہ کن ہیں، مفکرِ اسلام علامہ صاجزادہ مولانا محمد حنیف رضا نقشبندی نے سلطنت برطانیہ میں بیٹھ کر اس باطل مذہب کا پوسٹ مارٹم بڑے لطیف انداز میں کیا ہے۔ انہوں نے جہادِ اکبر کا علم بلند کیا ہے اور حق و باطل میں فرق کے نام سے کتاب تحریر کر کے عالمِ اسلام خصوصاً اہلِ سنت (پاکستان، برطانیہ، یورپ) پر احسان کر کے صدقہ جاریہ کیا ہے۔

راقم الحروف کے انتہائی قابلِ احترام اہلسنّت و جماعت کے مخلص عالم دین صاجزادہ علامہ محمد حنیف رضا نے راقم کو حکم فرمایا کہ چند حروف سپردِ قلم کرنے ہیں، سو میں انکار کیسے کر سکتا تھا۔ ان کے حکم کی تعمیل میں یہ چند الفاظ نقل کئے ہیں۔

اس طرح کا مشن انسان کو تاریخ میں زندہ جاوید کر دیتا ہے مگر ملک عزیز میں کتب کا مطالعہ نہ ہونے کے برابر ہے، اس کے باوجود پاکستان میں ہر روز دس نئی کتب تحریر ہو رہی ہیں جو نہ صرف حوصلہ افزاء ہے بلکہ قابلِ تحسین بھی ہے۔

مجھ کو ہے حق والوں سے پیار میں سچ کہتا ہوں
جھوٹ بولوں تو گنہگار میں سچ کہتا ہوں

حافظ محمد نواز بشیر جلالی
فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
خطیب قدیم مرکزی جامع مسجد حنفیہ ڈڈیال آزاد کشمیر

ابتدائیہ

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے مسلمانوں کو اسلام کی لازوال دولت سے نوازا اور درود وسلام ہوں اس رحمتِ کائنات پر جس کی شریعت کاملہ دونوں جہاں کی کامیابی کی ضامن ہے۔ اور اربوں و کھربوں رحمتیں نازل ہوں ائمہ اربعہ اور مجتہدین پر جنہوں نے کتاب وسنت کی طرف ہماری راہنمائی فرمائی۔

ناظرین کرام! برصغیر پاک وہند میں دولت اسلام لانے والے اولیاءِ امت اہل سنت و جماعت حنفی ہی تھے اور گیارہ بارہ سو سال تک اس علاقہ میں اتفاق واتحاد کا موسمِ بہار رہا۔

لیکن جب برطانوی سامراج کے ناپاک قدم جوں ہی پاک وہند میں پہنچے اختلافات کی آندھیاں اور نفاق کے طوفان اُمڈ پڑے، امتِ مسلمہ کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا گیا۔ مسلمان کو مسلمان سے لڑایا گیا۔ امتِ مسلمہ کی لڑائی، جھگڑا اور فساد برپا کرنے میں سب سے بڑا کردار نجدیوں اور غیر مقلدوں نے ادا کیا ہے۔

اسلامی قوانین کا کھلے بندوں مذاق اڑایا جا رہا ہے، کفر کی طاقتیں اسلام کی بنیادوں پر حملہ آور ہیں، اسلام کے اساسی عقائد پر بم چلائے جا رہے ہیں، ملک پاکستان و آزاد کشمیر میں بے حیائی، بے شرمی، عیاشی وفحاشی، بددیانتی، قتل وغارت گری اور بدعملی نے معاشرہ کو تباہ کر دیا ہے، اس لئے اس پُر آشوب دور میں اتحاد کی جتنی ضرورت واہمیت ہے وہ اَصحابِ بصیرت اور اربابِ دانش پر عیاں ہے۔

ان حالات کا تقاضا تو یہ تھا کہ مسلمانوں کے سب مکاتیبِ فکر اپنے فروعی اختلافات کو مٹا کر اتحاد و اتفاق کے جذبات کے تحت ایک مرکز پر جمع ہو کر کفر کی طاغوتی قوتوں کے ساتھ ٹکر لیتے اور امریکہ و برطانیہ و اسرائیل کو پاش پاش کرتے اور اتفاق کی طاقت سے کفر کے طوفان کا رخ موڑ دیتے، مگر افسوس اور صد افسوس کہ ہم ایسا نہ کر سکے۔

حکومت پاکستان و آزاد کشمیر اور سعودی عربیہ کے حکمرانوں کو چاہیے کہ وہ ان گمراہ فرقوں کی کتابوں کی اشاعت بند کریں جن میں اللہ تعالیٰ کی توہین اور اللہ تعالیٰ کے محبوب نبی کریم ﷺ کی گستاخی اور اولیاء کرام کی بے حرمتی اور صحابۂ کرام علیہم الرضوان کی شان میں گستاخی اور اہل بیت اطہار کی شان میں بے ادبی ہو رہی ہے، ایسی تمام کتابیں ضبط کی جائیں، منکرین حدیث ملک میں دندناتے پھر رہے ہیں، مکرو فریب کا بازار گرم ہے، اخلاقی قدریں مٹ چکی ہیں، ایسے حالات میں نام اہلِ حدیث اور کام مخالفتِ حدیث۔ اس فرقہ نے ملک میں بڑا شور مچا رکھا ہے اور کھلم کھلا اور برملا کہہ رہے ہیں کہ جو لوگ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتے ان کی نماز میں نہیں ہوتی اور یہ لوگ ساری عمر ہی بے نمازی رہتے ہیں۔ ایسے بے تکے سوالات جن کے جواب بندۂ ناچیز نے قرآن و حدیث سے ثابت کئے ہیں، اللہ تعالیٰ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے حق کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ فرقۂ اہل حدیث کے بلند بانگ دعویٰ کی حقیقت کو طشتِ از بام کرنے کے لئے یہ مختصر رسالہ ترتیب دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے درجہ قبولیت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ حبیبہ الامین

حضراتِ گرامی ! آیئے! اب ہم ان متنازعہ فیہ مسائل کا مطالعہ فرمائیں اور غور و فکر اور تدبر کرنے کے بعد فیصلہ کریں کہ کون حق پر ہے اور کون گمراہ ہے؟ میں نے

یہ رسالہ حنفی مسلک کے دفاع میں اور عوام الناس کے شکوک وشبہات کو رفع کرنے کے لئے لکھا ہے۔ آپ تھوڑا ساغور کریں گے تو حق بات سامنے آجائے گی۔ انگریز دور سے پہلے فرقہ اہلِ حدیث غیر مقلد کی نہ کوئی مسجد تھی اور نہ کوئی مدرسہ تھا اور نہ کوئی کتاب اور نہ کسی حدیث کا ترجمہ اور نہ قرآن پاک کا ترجمہ، اگر کسی غیر مقلد وہابی اہلِ حدیث میں اخلاقی جرأت ہے تو وُہ دلائل کے ساتھ اس بات کا ثبوت دیں۔ یہ اہلِ حدیث نام تو برطانوی سامراج انگریز سے مولانا محمد حسین بٹالوی نے الاٹ کرایا تھا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے محبوب کریم تاجدارِ کون و مکاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے صدقہ قرآن وسنّت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور پیر طریقت خواجہ خواجگان حضرت خواجہ زندہ پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی درجات بلند فرمائے اور علمائے اہل سنت حنفی فقہ کے درجات بلند ہوں، جن میں مفتی اعظم آزاد کشمیر مفتی ابن مفتی فقیہ اعظم مفتی محمد عبدالحکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند ہوں جنہوں نے دین حق کے لئے محنت کی اور آج ہم ان کی محنت سے صحیح مسلک اور سچے عقیدے پر قائم ہیں۔ یہ انہی نیک لوگوں کا صدقہ ہے۔

صاحبزادہ محمد حنیف رضا نقشبندی

مدرسہ اشاعت القرآن (بریڈفورڈ برطانیہ)

مسئلہ قرأت خلف الامام

قرآن کریم کی روشنی میں

حق تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○

(الاعراف:۲۰۴)

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو اور خاموش رہو، تا کہ تم پر (حق تعالیٰ کی) رحمتیں نازل ہوں۔

جمہور سلف و خلف کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں حق تعالیٰ نے مسئلہ قرأت خلف الامام کو واضح و واشگاف الفاظ میں آشکارا فرمایا ہے اور اس کے بارے میں صاف اور ناطق حکم فرمایا ہے۔ یعنی امام اور مقتدی دونوں کا کام اور وظیفہ الگ الگ متعین فرمایا ہے کہ جب قرآن کریم پڑھا جائے (امام قرأت کرے) تو مقتدیوں کا وظیفہ صرف اور صرف یہ ہے کہ نہایت توجہ کے ساتھ قرآن کریم کی طرف کان لگائیں اور خاموش رہیں۔ امام کا کام قرأت کرنا اور مقتدیوں کا وظیفہ خاموشی کے ساتھ توجہ کرنا ہے۔

اب ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ مذکورہ بالا آیت کریمہ کی تفسیر اور تشریح میں

صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ارشاداتِ عالیہ اور اقوالِ مبارکہ پیش کریں کہ اس مقدس جماعت نے اس آیت کریمہ کا کیا مطلب سمجھا ہے۔

اس آیت کی تفسیر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے:

یوں تو سبھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آسمان ہدایت کے روشن ستارے بلکہ چندے آفتاب ماہتاب تھے۔ ہر ایک اپنی جگہ مینارۂ نور تھا، ہر ایک تقویٰ کا پیکر، دین کا پہاڑ اور علم و فضل کا پتلا تھا۔ لیکن بعض صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے علم و فضل، فقہی بصیرت، دانش و بینش اور فہم و فراست میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔ منجملہ ان میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بعض ایسے جزوی فضائل حاصل تھے کہ صحابۂ کرام میں سے کوئی دوسرا ان کا شریک نہ تھا۔

قرآن کریم کے معلمین میں یہ سب صحابۂ کرام سے ممتاز اور فائق و برتر تھے۔ معلمین قرآن میں ان کا نمبر سب سے پہلا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشادِ گرامی ہے:

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اسْتَقْرِؤُ الْقِرَاءَ ۃَ مِنْ اَرْبَعَۃٍ مِّنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَ سَالِمٍ مَوْلٰی اَبِیْ حُذَیْفَۃَ وَ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ وَ مُعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ۔

(بخاری شریف، جلد ا، ص ۵۳۱ ...... ترمذی شریف جلد ۲، ص ۲۲۲)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ تم (اے صحابہ کرام) قرآن کریم ان چار حضرات سے سیکھو، عبداللہ ابن مسعود سے، سالم مولیٰ ابی حذیفہ

سے، ابی ابن کعب اور معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے۔

امام حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں رقم طراز ہیں:

وَاَنَّ الْبِدَایَةَ بِالرَّجُلِ فِی الذِّکْرِ عَلٰی سِیْرَةٍ فِیْ اَمْرٍ یُشْتَرَکُ فِیْهِ مَعَ غَیْرِهٖ یَدُلُّ عَلٰی تَقَدُّمِهٖ فِیْهِ.

یعنی جو خوبی چند آدمیوں میں پائی جائے اس سلسلہ میں جس کا نام سب سے پہلے لیا جائے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ خوبی اس میں سب سے زیادہ پائی جاتی ہے۔

اس حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ معلمین قرآن کریم میں چونکہ سب سے پہلا نام حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے، اس لئے میں ان سے شدید محبت کرنے لگا ہوں اور یہ میرے خاص محبوبوں میں سے ہیں۔

ایک دوسری حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ تَمَسَّکُوْا بِعَهْدِ ابْنِ اُمِّ عَبْدٍ.

(ترمذی شریف، جلد۲، ص۲۹۳)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہدایت کو مضبوطی سے تھامے رکھو۔

مسلم شریف جلد۲، صفحہ۲۹۳ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ وَالَّذِیْ لَا اِلٰهَ غَیْرُهٗ مَا مِنْ کِتَابِ اللّٰهِ سُوْرَةٌ اِلَّا

اَنَـا اَعْـلَـمُ حَيْـثُ نَـزَلَـتْ وَ مَا مِنْ آيَةٍ اِلَّا اَنَا اَعْلَمُ فِيْمَا اُنْزِلَتْ وَ لَوْ اَعْلَمُ اَحَدًا هُوَ اَعْلَمُ بِكِتَابِ اللّٰهِ مِنِّیْ تَبْلُغُهُ الْاِبِلُ لَرَكِبْتُ اِلَيْهِ .

کہ اس خدا کی قسم کہ جس کے بغیر کوئی دوسرا الٰہ نہیں ! قرآن کریم کی کوئی سورت اور کوئی آیت ایسی نہیں جس کی شان نزول مجھے معلوم نہ ہو کہ کس موقع پر اور کس حالت میں نازل ہوئی ہے؟ اور میں اپنے سے بڑا کتاب کا عالم کسی کو نہیں پاتا۔ اگر (اس وقت یعنی دورِ صحابہ میں) مجھ سے کوئی بڑا عالم ہوتا جس تک پہنچنا ممکن ہوتا تو میں اس کی طرف رجوع کر کے استفادہ کرتا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود جو اس درجہ اور شان اور اس مرتبہ اور مقام کے حامل ہیں اور جو اپنی بعض غیر معمولی خصوصیات کی بنا پر بعض امتیازات کے بلاشرکت غیرے مالک ہیں، ان سے اس آیت کریمہ کے بارے میں درج ذیل روایت منقول ہے۔

صَلّٰی ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فَسَمِعَ اُنَاسًا يَّقْرَؤُوْنَ مَعَ الْاِمَامِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اَمَا اَنَّ لَكُمْ اَنْ تَفْهَمُوْا اَمَا اَنَّ لَكُمْ اَنْ تَعْقِلُوْا وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ .

(تفسیر ابن جریر: جلد۹،ص۱۰۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (ایک دفعہ) نماز پڑھی اور چند آدمیوں کو انہوں نے امام کے ساتھ قرأت کرتے سُنا، جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: کہ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم سمجھ بوجھ اور عقل وخرد سے کام لو، جب قرآن کریم کی تلاوت ہو رہی ہو تو اسی کی طرف کان لگاؤ اور خاموش رہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس کا حکم دیا ہے۔

آیت مذکورہ کی تفسیر رئیس المفسرین وحبر الامہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں بہت اونچے درجہ کے مفسر مانے گئے ہیں، حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد تفسیر میں ان کا درجہ اور مقام تھا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے حق میں دعا فرمائی تھی۔

اَللّٰھُمَّ فَقِّھْهُ فِی الدِّیْنِ وَ عَلِّمْهُ التَّاوِیْل۔

(مسند احمد جلد۱، ص۳۲۸، ابن کثیر جلد۱، ص۲)

اے اللہ! ان (عبداللہ بن عباس) کو دین کی سمجھ عطا فرما اور قرآن کریم کی تاویل اور تفسیر میں مہارت عطا فرما۔

ایک دوسری حدیث میں آتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا:

ضَمَّنِیْ اِلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ اَللّٰھُمَّ عَلِّمْهُ الْحِکْمَةَ۔ (ترمذی شریف، جلد۲، ص۲۲۳)

کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے اپنے سینے کے ساتھ بھینچ کر فرمایا: کہ اے اللہ! اسے دین کی سمجھ اور دانائی عطا فرما۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی، عظیم المرتبت مفسّر اور بے نظیر محدّث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں فرماتے ہیں۔

قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ یَعْنِیْ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نِعْمَ تَرْجَمَانُ الْقُرْآنِ اِبْنَ عَبَّاسٍ ۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد ۱، ص ۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قرآن کریم کے بہترین ترجمان، مفسّر اور شارح ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو مذکورہ فضائل ومناقب کے حامل ہیں اور تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد دوسرے نمبر پر ہیں، وہ اس آیت کریمہ کے شانِ نزول کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ یَعْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ الْمَفْرُوْضَۃِ . (تفسیر ابن کثیر جلد ۲، ص ۲۸۔ تفسیر ابن جریر جلد ۹، ص ۱۰۳۔ کتاب القراءۃ، ص ۸۸۔ روح المعانی جلد ۹، ص ۱۵۰)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنما سے روایت ہے کہ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ کا شانِ نزول فرض نماز ہے۔

وَ ذَکَرَ الْبُغْوِیُّ عَنِ الْمِقْدَادِ اَنَّہٗ سَمِعَ نَاسًا یَّقْرَؤُنَ مَعَ الْاِمَامِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اَمَا اٰنَ لَکُمْ اَنْ تَفْقَہُوْا وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَ اَنْصِتُوْا کَمَا اَمَرَکُمُ اللّٰہُ . (تفسیر مظہری، جلد ۳، ص ۵۰۷)

حضرت امام بغوی رضی اللہ عنہ نے حضرت مقداد ابن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کچھ لوگوں کو امام کے ساتھ پڑھتے ہوئے سنا۔ آپ نے ان لوگوں کو (ڈانٹتے ہوئے) فرمایا کہ کہ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم عقل و دانش سے کام لو۔ جب قرآن کریم پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگاؤ اور خاموش رہو۔ جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے۔

مسئلہ قرأت خلف الامام

احادیث نبویہ کی روشنی میں

پہلی حدیث:

عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَطَبَنَا فَبَیَّنَ لَنَا سُنَّتَنَا وَ عَلَّمَنَا صَلٰوتَنَا فَقَالَ اَقِیْمُوْا صُفُوْفَکُمْ ثُمَّ لِیَؤُمَّکُمْ اَحَدُکُمْ فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَ اِذَا قَرَءَ فَاَنْصِتُوْا وَ اِذَا قَالَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقُوْلُوْا آمِیْنَ ۔

(صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۷۴۔ ابوداؤد شریف جلد ۱ صفحہ ۱۴۰۔ ابن ماجہ صفحہ ۶۱۔ مسند ابو عوانہ صفحہ ۱۳۳ جلد نمبر ۲۔ بیہقی صفحہ ۱۵۵ جلد ۱۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۸۱۔ دارقطنی صفحہ ۳۲۸ جلد ۲)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ہمیں (صحابۂ کرام کو) خطاب فرمایا: پس آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں سنت کی تعلیم و تلقین فرمائی اور نماز پڑھنے کا طریقہ بیان فرمایا، پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: (نماز شروع کرنے سے قبل) اپنی صفیں درست کرلو، پھر تم میں سے ایک شخص تمہارا امام بنے، جب وہ (امام) تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو، جب امام پڑھے تو تم خاموش رہو اور جب امام غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ

کہے تو تم آمین کہو۔

ناظرین با تمکین !! یہ حدیث صریح صحیح اور مرفوع ہے اور ہمارے دعویٰ پر واضح اور واشگاف دلیل ہے۔ اس حدیث شریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑے اہتمام سے نماز پڑھنے کا طریقہ بتلایا اور نماز میں امام اور مقتدیوں کے فرائض، وظائف، ذمہ داریوں اور ڈیوٹیوں کو بڑی وضاحت اور صراحت اور بڑے واضح اور بیّن طریقے سے بیان فرمایا کہ اس میں کسی قسم کا کوئی اشتباہ، التباس اور شک وشبہ باقی نہ رہے۔

آپ ﷺ نے اس حدیث شریف میں فرمایا ہے کہ قرأت کرنا صرف امام کا فریضہ، وظیفہ اور ذمہ داری ہے۔ مقتدیوں کا کام اور وظیفہ صرف خاموشی، توجہ اور دھیان سے سننا ہے۔

چونکہ یہ روایت مطلق ہے، اس لئے سرّی اور جہری دونوں قسم کی نمازوں کو شامل ہے، لہٰذا اس حدیث کی رُو سے مقتدیوں کے لئے کسی نماز میں بھی خواہ وہ جہری ہوں یا سری، امام کے پیچھے پڑھنے کی مطلق گنجائش ہے۔

مثال نمبر 1:

اب امام اور مقتدی کے لئے جو افعال واعمال فرض کئے گئے تھے وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی تشریح اور توضیح سے بیان فرما دیئے، تکبیر تحریمہ دونوں کے لئے فرض تھی، اس لئے اس کی فرضیت وَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا کے الفاظ سے بیان فرمائی، رکوع دونوں کے لئے فرض تھا، اس کی وضاحت اِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا (جب امام رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو) سے فرمائی۔ سجدہ دونوں کے لئے فرض تھا اس کی

تشریح کے لئے آپ ﷺ کی زبان فیض ترجمان سے اِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا (جب امام سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو) کا جملہ صادر فرمایا۔

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امام اور مقتدی کے لئے مشترکہ فرائض بیان فرمادیئے تو کیا وجہ ہے کہ آپ نے قرأت (جو بقول غیر مقلدین مقتدی کے لئے فرض ہے) کی فرضیت کے بیان سے نہ صرف پہلوتہی فرمائی بلکہ اس کی جگہ اس کی ضد انصات کو ذکر فرمایا، اگر قرأت مقتدی کے لئے بھی فرض ہوتی تو حدیث شریف کے الفاظ یوں ہوتے اِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَ اِذَا قَرَءَ فَاقْرَءُوْا جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب امام پڑھے تو تم بھی پڑھو۔ لیکن حدیث شریف میں اِذَا قَرَءَ فَاقْرَءُوْا کی بجائے اِذَا قَرَءَ فَانْصِتُوْا کے الفاظ ہیں۔ اگر امام کے پیچھے قرأت فرض تھی تو رکوع وسجود وغیرہ کی طرح اس کی فرضیّت کی تشریح کیوں نہیں کی گئی؟

مثال نمبر 2:

اگر بالفرض اس حدیث میں اِذَا قَرَءَ فَانْصِتُوْا کے الفاظ نہ بھی مذکورو موجود ہوتے تب بھی یہ روایت اس بات پر دلالت کرتی کہ قرأت کرنا امام کا وظیفہ ہے نہ کہ مقتدیوں کا۔ ان الفاظ کے بغیر حدیث شریف کا مفہوم ومضمون اور مطلب یہ ہوتا:

جب تم نماز پڑھنا چاہو تو (پہلے) اپنی صفیں درست کرلو اور تم میں سے ایک شخص امامت کے فرائض انجام دے۔ جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب امام غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ پڑھے تو تم آمین کہو۔ اگر مقتدیوں پر سورہ فاتحہ فرض ہوتی تو وَاِذَا قَالَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ کے بجائے جمع کا صیغہ وَاِذَا قُلْتُمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقُوْلُوْا

آمِیْنَ ہوتا۔ جیسا کہ فَقُوْلُوْا آمِیْنَ میں قُوْلُوْا جمع کا صیغہ ہے، ایسے ہی یہاں بھی قُلْتُمْ جمع کا صیغہ ہوتا۔

صحیح مسلم شریف جلد نمبر ۱ صفحہ نمبر ۱۰۶ کی ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ اِذَا قَالَ الْقَارِیْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقَالَ مَنْ خَلْفَہٗ آمین کہ جب پڑھنے والا غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ کہے تو جو اس کے پیچھے ہیں وہ آمین کہیں۔ اس حدیث شریف میں پڑھنے کی نسبت صرف امام کی طرف ہوئی ہے، یہ اس امر کی واضح اور بین دلیل ہے کہ سورۂ فاتحہ پڑھنا صرف امام کا فریضہ ہے، مقتدی کا کام صرف خاموش رہنا اور انصات کرنا ہے۔ ہاں! البتہ آمین کہنے میں مقتدی برابر کے شریک ہیں۔

حدیث شریف:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَ اِذَا قَرَءَ فَاَنْصِتُوْا وَ اِذَا قَالَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقُوْلُوْا آمِیْنَ وَ اِذَا رَکَعَ فَارْکَعُوْا وَ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ۔ (نسائی شریف صفحہ ۱۰۷)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ امام صرف اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے، جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو جب وہ پڑھے تو تم خاموش رہو اور جب امام غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ کہے تو تم آمین کہو۔ جب امام رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہے تو تم رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ

کہو۔ یہ حدیث بھی واضح طور پر امام اور مقتدی دونوں کے فرائض اور وظائف کا تعین کرتی ہے کہ امام کا کام قرأت کرنا اور مقتدی کا کام سننا ہے۔

قرأت خلف الامام

امام کے پیچھے قرأت کرنا جائز نہیں:

(۱) عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ اَنَّهُ سَأَلَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ عَنْ قِرَأتٍ مَعَ الْإِمَامِ فَقَالَ لَا قِرَأتَ مَعَ الْإِمَامِ فِيْ شَيْءٍ. (مسلم شریف، جلد ۱، صفحہ ۲۱۵)

ترجمہ: حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ: امام کے ساتھ کسی بھی نماز میں قرأت جائز نہیں، خواہ وہ سرّی ہو یا جہری۔

(۲) عَنْ اَبِىْ مُوسَى الْاَشْعَرِىِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّيْتُمْ فَاَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمْ اَحَدُكُمْ فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَءَ فَاَنْصِتُوْا. (مسلم شریف)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم نماز پڑھو تو اپنی صفیں سیدھی کرلو، پھر تم میں کوئی امامت کرے تو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم چپ رہو۔ (مسلم شریف)

(۳) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى خَلْفَ الْإِمَامِ فَاِنَّ قِرَائَةَ الْإِمَامِ لَهُ قِرَائَةٌ۔

(موطاء امام محمد رضی اللہ عنہ، باب القراءۃ فی الصلوٰۃ خلف الامام)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی تلاوت یعنی قرأت مقتدی ہی کی تلاوت ہے۔ یعنی قرأت ہے۔

حضرت محمد بن منیع اور امام بن الہما نے فرمایا: کہ یہ اسناد مسلم و بخاری کی شرط پر صحیح ہے۔

(۴) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا قَرَءَ فَاَنْصِتُوْا ۔ (طحاوی شریف، صفحہ ۱۰۶)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ امام صرف اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے تو جب وہ تلاوت کرے تو تم خاموش رہو۔

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ مقتدی امام کے پیچھے قرأت نہ کرے اور اسی پر صحابۂ کرام کا اجماع اور صاحبِ ہدایہ نے بھی یہی نقل کیا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر بن خطاب، حضرت عثمان بن عفان، حضرت بن ابی طالب، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ سب امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرماتے تھے۔ اور درِّ مختار میں ہے۔ اَلْمُؤْتَمُّ لَا یَقْرَءُ مُطْلَقًا فَاِنْ قَرَءَ کَرِہَ تَحْرِیْمًا ۔ یعنی مقتدی فاتحہ یا کسی دوسری سورت کی قرأت نہیں کرے گا۔ اس نے قرأت کی تو مکروہ تحریمی کا مرتکب ہوگا۔

مسئلہ قرأت خلف الامام

جلیل القدر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے فتوؤں کی روشنی میں

جمہور سلف وخلف کی تفسیر کی روشنی میں قرآن کریم کا واضح، ناطق اور واشگاف فیصلہ کیا جا چکا ہے۔ نیز اس بارہ میں صحیح، صریح اور مرفوع احادیث بھی پیش کی جا چکی ہیں۔ اب احقر مناسب سمجھتا ہے کہ شمع نبوّت کے پروانوں اور آفتاب رسالت کے دیوانوں یعنی صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اقوال وآثار، آراء و افکار اور فتاویٰ پیش کر دیئے جائیں۔ تاکہ قارئین کرام پر یہ بات واضح ہو جائے کہ آفتاب نبوّت سے براہِ راست اکتساب فیض کرنے والوں نے امام کے پیچھے قرأت کرنے کے بارے میں کیا سمجھا ہے۔ اس بارے میں ان کے اقوال وفتاویٰ کیا ہیں؟

الحمد للہ! ثم الحمد للہ! کہ اس سلسلہ میں جلیل القدر اور عظیم المرتبت صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اکثریت احناف کی ہمنوا، ہم صدا اور موید ہے۔

نہ صرف یہ کہ ان سے امام کے پیچھے پڑھنے کی ممانعت وارد ہے بلکہ پڑھنے والوں کے لئے دھمکیاں اور وعیدیں بھی منقول ہیں۔

فتویٰ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

عَنْ عَطَاءٍ اَنَّهٗ سَأَلَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ الْاِمَامِ فَقَالَ لَا قِرَاءَةَ مَعَ الْاِمَامِ شَیْءٌ فِی الصَّلٰوةِ.

(مسلم شریف، جلد۱، صفحہ ۲۰۷، طحاوی شریف صفحہ ۱۰۸)

ترجمہ: حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام کے پیچھے پڑھنے کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ امام کے پیچھے کسی نماز میں (خواہ سری ہو یا جہری) کوئی قرأت نہیں کی جاسکتی۔

مصنف ابن ابی شیبہ اور موطا امام محمد میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فتویٰ ان الفاظ سے منقول ہے:

عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ مَنْ قَرَءَ خَلْفَ الْإِمَامِ فَلاَ صَلٰوةَ لَهٗ.

(موطا امام محمد صفحہ ۴۶، مصنف ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۷۶، جلد ۱)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔

مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۳۷۶ میں حضرت ثوبان نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بایں الفاظ نقل فرمائی ہے۔

عَنْ ثَوْبَانَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَا يَقْرَءُ خَلْفَ الْإِمَامِ اِنْ جَهَرَ وَ اِنْ خَافَتْ .

حضرت ثوبان حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ امام کے پیچھے نہ پڑھا جائے۔ چاہے امام بلند آواز سے پڑھتا ہو یا پست آواز سے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فتویٰ اس امر کی واضح اور بیّن دلیل ہے کہ امام کے ساتھ مقتدی کو کسی نماز میں کسی قسم کی قرأت کا کوئی حق نہیں ہے۔

فتویٰ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ خَلْفَ الْاِمَامِ فَحَسْبُہٗ قِرَائَۃُ الْاِمَامِ وَ اِذَا صَلّٰی وَحْدَہٗ فَلْیَقْرَأْ وَ کَانَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ لَا یَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ۔

(موطا امام مالک صفحہ ۲۹، طحاوی شریف صفحہ ۱۲۹، موطا امام محمد صفحہ ۴۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ تم میں سے جب کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اس کو امام کی قرأت ہی کافی ہے اور جب اکیلا اور تنہا پڑھے تو اس کو پڑھنا چاہیے اور حضرت عبداللہ بن عمر امام کے پیچھے نہیں پڑھا کرتے تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ ارشاد موطا امام محمد میں ان الفاظ سے روایت کیا گیا ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ مَنْ صَلّٰی خَلْفَ الْاِمَامِ کَفَتْہُ قِرَائَتُہٗ ۔ (موطا امام محمد، صفحہ ۴۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جس شخص نے امام کی اقتداء میں نماز پڑھی اس کے لئے امام کی قرأت ہی کافی ہے۔

فتویٰ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ اَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ مَنْ صَلّٰى رَكْعَةً لَمْ يَقْرَأْ فِيْهَا بِاُمِّ الْقُرْآنِ فَلَمْ يُصَلِّ اِلَّا وَرَاءَ الْاِمَامِ ۔

(موطا امام محمد، صفحہ ۴۲)

وہب بن کیسان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنا کہ جس شخص نے کوئی رکعت سورۃ فاتحہ کے بغیر پڑھی، اس نے نماز نہیں پڑھی ۔ مگر امام کے پیچھے (یعنی امام کے پیچھے سورہَ فاتحہ پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں ۔)

ترک رفع یدین

احادیث کی روشنی میں

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَالِيْ اَرَاكُمْ رَافِعِيْ اَيْدِيْكُمْ كَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ اُسْكُنُوْا فِي الصَّلٰوةِ ۔ (صحیح مسلم جلد ا صفحہ ۱۸۱۔ ابوداؤد جلد ا، صفحہ ۱۵۰۔ طحاوی جلد ا صفحہ ۱۵۸۔ مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۹۳، وسندہ صحیح جید)

"حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس (نماز پڑھنے کی حالت میں) تشریف لائے (اور ہم نماز کے اندر رفع یدین کر رہے تھے) تو بڑی ناراضگی سے فرمایا: کہ میں تم کو نماز میں شریر گھوڑوں کی دم کی طرح رفع یدین کرتے کیوں دیکھتا ہوں، نماز میں ساکن اور مطمئن رہو۔"

نماز تکبیر تحریمہ سے شروع ہوتی ہے اور سلام پر ختم ہوتی ہے، اس کے اندر کسی جگہ رفع یدین کرنا خواہ وہ دوسری، تیسری، چوتھی رکعت کے شروع میں ہو یا رکوع جاتے اور سر اٹھاتے یا سجدوں میں جاتے اور سر اٹھاتے وقت ہو۔ اس رفع یدین پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار بھی فرمایا اور اسے جانوروں کے فعل

سے تشبیہ بھی دی۔

اس رفع یدین کے خلاف سکون بھی فرمایا اور پھر حکم دیا کہ نماز سکون سے یعنی بغیر رفع یدین کے پڑھا کرو۔

قرآن پاک میں بھی نماز میں سکون کی تاکید ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ا.. "قُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ" خدا کے سامنے نہایت سکون سے کھڑے ہو۔

دیکھئے اور رسول اللہ ﷺ نے نماز کے اندر رفع یدین کو سکون کے خلاف فرمایا:

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

٢.. "قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِىْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ" قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلَّذِيْنَ لَا يَرْفَعُوْنَ اَيْدِيَهُمْ فِىْ صَلٰوتِهِمْ.

(تفسیر ابن عباس: صفحہ ۳۲۳)

"کامیاب ہو گئے وہ مومن جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں یعنی جو نمازوں کے اندر رفع یدین نہیں کرتے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

٣.. اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْا اَيْدِيَكُمْ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ.

اس آیت سے بھی بعض لوگوں نے نماز کے اندر رفع یدین کے منع پر دلیل لی ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشادِ عالیشان ہے:

٤.. اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ. میرے ذکر کے لئے نماز قائم کر۔

زیر بحث مسئلہ رفع یدین اور جلسہ استراحت کے لئے شریعت مقدسہ میں کوئی ذکر مقرر نہیں ہے۔اس لئے یہ نماز سے غیر متعلق افعال ہوئے۔

۵.. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُرْفَعُ الْاَيْدِیْ اِلَّا فِیْ سَبْعِ مَوَاطِنَ حِيْنَ لَا يَفْتَحُ الصَّلٰوةَ ۔

(رواہ الطبر انی زیلعی جلد ا، صفحہ ۱۶۰)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما رسول پاک ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: رفع یدین نہ کرو مگر سات جگہ (۱) جب نماز شروع کرو، باقی جگہ حج میں، طواف شروع کرتے وقت، سعی شروع کرتے وقت۔الخ

۶.. وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَارْفَعِ الْاَيْدِیْ اِذَا قُمْتَ لِلصَّلٰوةِ .

(رواہ الطبر انی زیلعی: جلد ا صفحہ ۲۹۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: رفع یدین اس وقت کر جب تو نماز کے لئے کھڑا ہو۔

۷.. عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُرْفَعُ الْاَيْدِیْ فِیْ سَبْعِ مَوَاطِنَ عِنْدَ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ . الحديث

(زیلعی: جلد ا، صفحہ ۲۹۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: سات جگہ رفع یدین کی جائے، نماز کے شروع کرتے وقت اور باقی چھ جگہ حج میں۔

۸.. حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خود بھی اس کے موافق فتویٰ دیا

کرتے تھے۔ (زیلعی جلد۱، صفحہ۱۹۱)

۹.. حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی اسی کے موافق فتویٰ دیتے تھے۔ (زیلعی: جلد۱ صفحہ۳۹۱)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے نماز کی پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرنے کا حکم فرمایا اور پہلی تکبیر کے بعد دورانِ نماز رفع یدین کرنے سے منع فرمایا۔ یہی ہمارا مسلک ہے۔

۱۰.. عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّرْكَعَ وَ بَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ فَلَا يَرْفَعُ وَ لَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ۔

(مسند حمیدی جلد۲۔ صفحہ۲۲۷۔ صحیح ابوعوانہ: جلد۲، صفحہ۹۰)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع کرتے تو اپنے ہاتھ کانوں تک اٹھاتے اور جب رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین نہ کرتے اور نہ سجدوں کے درمیان رفع یدین کرتے۔

۱۱.. وَ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ ثُمَّ لَا يَعُوْدُ .

(بیہقی فی الاخلاقیات زیلعی: جلد۱ صفحہ۴۰۴)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہی روایت ہے کہ بے شک نبی پاک ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو رفع یدین کرتے، پھر ساری نماز میں کسی جگہ بھی رفع یدین نہ کرتے تھے۔

۱۲.. عَنۡ عَبۡدِ الۡعَزِیۡزِ ابۡنَ حَکِیۡمٍ قَالَ رَأَیۡتُ ابۡنَ عُمَرَ یَرۡفَعُ یَدَیۡہِ حَذۡوَاُذُنَیۡہِ فِیۡ اَوَّلِ تَکۡبِیۡرَۃِ اِفۡتِتَاحِ الصَّلٰوۃِ وَ لَمۡ یَرۡفَعۡھُمَا فِیۡمَا سِوٰی ذَالِکَ۔ (موطاامام محمد: صفحہ۹)

امام محمد مجتہد ہیں، انہوں نے اس حدیث سے استدلال فرمایا ہے۔ پس حدیث صحیح ہے۔

عبدالعزیز بن حکیم سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھوں کو کانوں کے مقابل تک نماز کی پہلی تکبیر کے وقت اٹھاتے اور اس کے سوا کسی موقع میں نہ اٹھاتے تھے۔

فائدہ:

۱۔۔ پہلی دونوں سنہری وصحیح احادیث سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلی تکبیر کے بعد نہ کہ دوسری، تیسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے اور نہ ہی رکوع کو جاتے، رکوع سے سر اٹھاتے اور سجدوں میں جاتے اور سجدوں سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

۲۔۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ان مقامات پر رفع یدین نہ کرتے تھے۔

۳۔۔ ان دونوں حدیثوں کی سند کے مرکزی راوی سب مدنی ہیں اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ جو مدینہ منورہ کے امام ہیں، فرماتے ہیں کہ میں نے عمر بھر میں کسی کو نہیں پہچانا جو پہلی تکبیر کے بعد رفع یدین کرتا ہو، آپ کی پیدائش ۹۰ھ میں ہوئی اور وفات ۱۷۶ھ میں ہوئی، یہ خیر القرون کا دور ہے اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ مدینہ منورہ کے

امام ہیں، جہاں ہر ملک اور ہر جگہ کے لوگ روضۂ اقدس کی زیارت کے لئے آتے ہیں، لیکن امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کسی ایک شخص کو نہیں پہچانتے جو رفع یدین والی نماز پڑھتا ہو، بلکہ برملا اس رفع یدین کو ضعیف فرماتے ہیں۔

(المدونۃ الکبریٰ جلد ا صفحہ ۷۱)

۴۔۔ معلوم ہوا کہ خیر القرون میں رفع یدین کر کے نماز پڑھنے والا شخص عجائب گھر میں رکھنے کے لئے بھی نہ ملتا تھا اور رفع یدین کی تمام روایات اس پاک دور میں متروک العمل تھیں۔

۵۔۔ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ اَلا اُصَلِّیْ بِکُمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ اِلَّا فِیْ اَوَّلِ مَرَّةٍ۔ (ترمذی شریف: جلد ا، صفحہ ۳۵)

یہ حدیث حسن ہے۔(ترمذی شریف جلد ا ص ۳۵) یہ حدیث صحیح ہے۔ (محلی ابن حزم: جلد ۲ صفحہ ۳۵۸) اس کے سب راوی صحیح مسلم شریف کے راوی ہیں۔ (الجواہر النقی: جلد ا صفحہ ۱۲۷)

حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا: کہ میں تم کو حضور اکرم ﷺ جیسی نماز نہ پڑھاؤں، اس کے بعد انہوں نے نماز پڑھائی اور پہلی مرتبہ کے بعد کسی جگہ رفع یدین نہ کی۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ بہت سے اہلِ علم صحابۂ کرام اور تابعین کا یہی مذہب ہے اور حضرت سفیان ثوری اور اہلِ کوفہ کا بھی یہی مسلک ہے۔

(ترمذی، جلد ا، صفحہ ۳۵)

۱۵.. عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَقَامَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ اَوَّلَ مَرَّةٍ ثُمَّ لَمْ يَعُدْ وَ فِىْ نُسْخَةٍ ثُمَّ لَمْ يَرْفَعْ۔

(نسائی شریف، جلد۱، صفحہ۱۵۸)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کیا میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کا طریقہ نہ بتاؤں۔ پس آپ کھڑے ہوئے تو صرف پہلی دفعہ شروع نماز میں رفع یدین کی، اس کے بعد پوری نماز میں کسی جگہ رفع یدین نہ کی۔

۱۶.. عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِلَّا عِنْدَ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ ثُمَّ لَا يَعُوْدُ۔

(مسند امام اعظم جلد ۱ صفحہ۳۵۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز شروع کرتے وقت ہاتھ اٹھاتے، پھر کہیں ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔

یہ وہ حدیث شریف ہے جو سیّدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے مناظرہ میں امام اوزاعی کے سامنے بیان فرمائی اور ثابت فرمایا کہ اس کی سند کا ہر راوی اپنے دور کا سب سے بڑا فقیہ ہے اور امام اوزاعی کو لاجواب ہوکر خاموش رہنا پڑا۔

۱۷.. عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَبِىْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ فَلَمْ يَرْفَعُوْا اَيْدِيَهُمْ اِلَّا عِنْدَ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ۔

(الجواہر النقی، جلد۱، صفحہ۱۳۸)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نمازیں پڑھیں ہیں تو یہ حضرات شروع نماز کے بعد کسی جگہ ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔

۱۸.. عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ رَأَیْتُ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ یَرْفَعُ یَدَیْهِ فِیْ اَوَّلِ تَکْبِیْرَةٍ ثُمَّ لَا یَعُوْدُ۔ (طحاوی: جلد اصفحہ ۱۳۳) قَالَ ابْنُ حَجَرٍ رِجَالُهٗ ثِقَاتٌ (الدرایہ: صفحہ ۵۸) ابن حجر کہتے ہیں اس کے راوی معتبر ہیں۔

حضرت اسود سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفۂ دوم کو دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھوں کو صرف پہلی تکبیر کے وقت اٹھاتے تھے پھر نہیں اٹھاتے تھے۔

۱۹.. عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ عُمَرَ فَلَمْ یَرْفَعْ یَدَیْهِ فِیْ شَیْءٍ مِّنْ صَلٰوتِهٖ اِلَّا حِیْنَ افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ وَ رَأَیْتُ الشَّعْبِیَّ وَ اِبْرَاهِیْمَ وَ اَبَا اِسْحَاقَ لَا یَرْفَعُوْنَ اَیْدِیَهُمْ اِلَّا حِیْنَ یَفْتَتِحُوْنَ الصَّلٰوةَ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد اصفحہ ۱۲۰)

حضرت اسود روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نماز ادا کی، آپ پہلی تکبیر کے بعد کبھی رفع یدین نہ کرتے تھے، (رئیس المحد ثین) امام شعبی (رئیس الفقہاء) ابراہیم نخعی اور امام ابو اسحاق بھی پہلی تکبیر کے بعد کہیں بھی رفع یدین نہ کرتے تھے۔

۲۰.. عَنْ عَلِیٍّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْهِ فِیْ اَوَّلِ تَکْبِیْرَةِ الْاُوْلٰی الَّتِیْ یَفْتَتِحُ بِهِ الصَّلٰوةَ ثُمَّ لَا یَرْفَعُهُمَا فِیْ شَیْءٍ مِّنْ

الصَّلٰوۃِ۔

(دار قطنی فی العلل بحوالہ حاشیہ درایہ صفحہ ۸۵)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نماز کی پہلی تکبیر کے بعد ساری نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہ کرتے تھے۔

۲۱.. عَنْ عَاصِمِ بْنِ کُلَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ عَلِیًّا کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ فِیْ اَوَّلِ تَکْبِیْرَۃٍ مِّنَ الصَّلٰوۃِ ثُمَّ لَا یَرْفَعُ بَعْدُ۔

(طحاوی: جلد ا صفحہ ۱۳۲۔ از صحیح زیلعی جلد ا صفحہ ۲۱۱ رجالہ ثقات الدرایہ صفحہ ۵۸)

عاصم بن کلیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز کی پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے، اس کے بعد ساری نماز میں کبھی رفع یدین نہ کرتے تھے۔

۲۲.. وَعَنْہُ اَنَّ عَلِیًّا کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ ثُمَّ لَا یَعُوْدُ۔

(ابن ابی شیبہ: جلد ا، صفحہ ۱۲۱)

انہی سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز کی پہلی تکبیر کے بعد کہیں رفع یدین نہ کرتے تھے۔

۲۳.. عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ اَنَّہٗ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ فِی التَّکْبِیْرَۃِ الْاُوْلٰی الَّتِیْ یَفْتَتِحُ بِھَا الصَّلٰوۃَ ثُمَّ لَا یَرْفَعُ فِیْ شَیْءٍ مِّنَ الصَّلٰوۃِ۔

(مؤطا امام محمد: صفحہ ۵۵)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز کی ابتدائی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے، پھر ساری نماز میں کبھی رفع یدین نہ کرتے تھے۔

۲۴.. عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ قَالَ کَانَ اَصْحَابُ عَلِیٍّ لَا یَرْفَعُوْنَ اَیْدِیَھُمْ اِلَّا

فِیْ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوۃِ ثُمَّ لَا یَعُوْدُوْنَ ۔(ابن ابی شیبہ: جلد ا صفحہ ۱۲۱) اَسنادہ صحیح جلیل (الجواہر النقی: جلد ا صفحہ ۱۳۹)

محدث ابو اسحاق روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے (سینکڑوں ساتھی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے (ہزاروں) ساتھی وہ سب پہلی تکبیر کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

۲۵.. عَنْ اَبِیْ بَکْرِ ابْنِ عَیَّاشٍ قَالَ مَا رَأَیْتُ فَقِیْھًا قَطُّ یَفْعَلُہٗ یَرْفَعُ یَدَیْہِ فِیْ غَیْرِ التَّکْبِیْرَۃِ الْاُوْلٰی۔

(طحاوی شریف: جلد ا، صفحہ ۱۳۴)

محدث ابوبکر بن عیاش (پیدائش ۱۰۰ھ وفات ۱۹۳ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے (خیر القرون میں) کسی بھی دین میں سمجھ رکھنے والے کو کہیں بھی پہلی تکبیر کے بعد رفع یدین کرتے نہیں دیکھا۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم، اکابر صحابہ، تابعین اور تبع تابعین رفع یدین نہ کرتے تھے نیز ان روایات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خیر القرون میں کسی مسجد میں نماز میں رفع یدین کرنے والا کوئی آدمی نظر نہ آتا تھا۔

خلفائے راشدین، اکابر صحابہ و تابعین و تبع تابعین رفع یدین کی روایت کو بالکل متروک العمل سمجھتے تھے۔

رفع یدین کرنا منع ہے

اہل سنت و جماعت احناف کے نزدیک رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت دونوں ہاتھ اٹھانا خلاف سنّت ہے اور ممنوع ہے۔

قَالَ قَالَ لَنَا ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَلَا اُصَلِّیْ بِکُمْ صَلٰوۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰی وَ لَمْ یَرْفَعْ یَدَیْہِ اِلَّا مَرَّۃً وَّاحِدَۃً مَّعَ تَکْبِیْرِ الْاِفْتِتَاحِ وَقَالَ التِّرْمَذِیُّ حَدِیْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ حَدِیْثٌ حَسَنٌ .

ایک دفعہ ہم سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہارے سامنے حضور ﷺ کی نماز نہ پڑھوں، پس آپ نے نماز پڑھی، اس میں سوا تکبیر تحریمہ کے کبھی ہاتھ نہ اٹھائے، امام ترمذی نے فرمایا: ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث حسن ہے، اس میں رفع یدین نہ کرنے پر بہت سے علماء، صحابہ اور تابعین کا عمل ہے۔ یہ حدیث قوی ہے۔ ایک یہ کہ اس کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، جو صحابہ کرام میں بڑے فقیہ عالم ہیں، دوسرے یہ کہ آپ جماعت صحابہ کے سامنے حضور ﷺ کی نماز پیش کرتے ہیں اور کوئی صحابی اس کا انکار نہیں فرماتا، سب نے اس کی تائید کی، اگر رفع یدین سنّت ہوتا تو صحابۂ کرام اس پر ضرور اعتراض کرتے کیونکہ ان سب نے حضور اکرم ﷺ کی نماز دیکھی تھی۔ پھر حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر عظیم الشان مجتہد وقت نے اسے

قبول فرمایا اور اس پر عمل کیا۔

عینی شرح بخاری نے حضرت عبداللہ بن زبیر سے روایت کی ہے کہ آپ نے ایک شخص کو رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے ہاتھ اٹھاتے دیکھا تو اس سے فرمایا کہ ایسا نہ کیا کرو کیونکہ یہ کام حضور ﷺ نے پہلے کیا تھا، بعد میں ترک فرما دیا تھا، اب یہ منسوخ ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا جن صحابہٴ کرام یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رفع یدین ثابت ہے وہ پہلا فعل ہے بعد میں منسوخ ہو گیا۔

رفع یدین کی ممانعت کی بہت سی احادیث ہیں اگر کسی کو شوق مطالعہ ہو تو مؤطا امام محمد اور طحاوی شریف کا مطالعہ فرمائیں۔ آخر میں ہم حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا وہ مناظرہ پیش کرتے ہیں جو رفع یدین کے متعلق مکہ معظمہ میں امام اوزاعی سے ہوا، امام ابومحمد بخاری محدث نے حضرت سفیان ابن عیینہ سے روایت کی کہ حضرت امام اعظم اور امام اوزاعی رحمہما اللہ کی مکہ مکرمہ میں دارالحناطین میں ملاقات ہو گئی تو ان بزرگوں کی آپس میں حسبِ ذیل گفتگو ہوئی۔ یہ مناظرہ فتح القدیر اور مرقات شرح مشکوٰۃ میں بھی مذکور ہے۔

امام اوزاعی نے فرمایا: آپ لوگ رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کیوں نہیں کرتے؟

امام ابوحنیفہ: اس لئے کہ رفع یدین ان موقعوں پر حضرت ﷺ سے ثابت نہیں۔ امام اوزاعی: آپ نے یہ کیا فرمایا، میں آپ کو رفع یدین کی صحیح حدیث سناتا ہوں کہ مجھے زہری نے حدیث بیان کی۔ انہوں نے سالم سے، سالم نے اپنے والد سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ ہاتھ اٹھاتے تھے جب نماز شروع

فرماتے اور رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت۔

امام ابو حنیفہ: میرے پاس اس سے قوی تر حدیث اس کے خلاف موجود ہے۔ امام اوزاعی: اچھا فوراً پیش فرمایئے۔

امام اعظم ابو حنیفہ: لیجئے سنئے! ہم سے حضرت حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، انہوں نے حضرت علقمہ سے، انہوں نے اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے: آپ نے فرمایا: کہ نبی کریم ﷺ صرف شروع نماز میں ہاتھ اٹھاتے تھے، پھر کسی وقت نہ اٹھاتے تھے۔

امام اوزاعی: آپ کی پیش کردہ حدیث پر کیا فوقیت ہے جس کی وجہ سے آپ نے اسے قبول فرمایا اور میری حدیث کو چھوڑ دیا۔

امام اعظم: اس لئے کہ حماد زہری سے زیادہ عالم وفقیہ ہیں اور ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سالم سے بڑھ کر عالم وفقیہ ہیں۔ علقمہ، سالم کے والد عبداللہ ابن عمر سے علم میں کم نہیں، اسود بہت ہی بڑے متقی فقیہ وافضل ہیں، عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فقہ میں، قرأت میں حضور ﷺ کی صحبت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہیں بڑھ کر ہیں کہ بچپن سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، چونکہ ہماری حدیث کے راوی تمہاری حدیث کے راویوں سے علم وفضل میں زیادہ ہیں، لہٰذا ہماری پیش کردہ حدیث بہت قوی اور قابلِ قبول ہے۔

امام اوزاعی: خاموش ہو گئے اور خاموشی کے بغیر امام اوزاعی کو کوئی چارۂ کار نہیں ہوا، یہ ہے امام اعظم ابو حنیفہ کی حدیث دانی اور یہ ہے ان کی حدیث کی اسناد اللہ تعالیٰ حق قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

ضد کا کوئی علاج نہیں ، نماز میں رفع یدین سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا۔ (مسلم شریف جلد۱، ص۱۸۱)

حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ ابْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَ اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا اَبُوْمُعَاوِيَةَ عَنْ عَشْرٍ عَنِ الْمُنِيْبِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ تسمر بن طرفة عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَالِیْ اَرَاكُمْ رَافِعِیْ اَيْدِيْكُمْ كَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ اُسْكُنُوْا فِی الصَّلٰوةِ.

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: فرمایا رسول اللہ ﷺ ہم میں تشریف لائے تو آپ نے فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم رفع یدین کرتے ہو جیسا کہ گھوڑے اپنی دُمیں بار بار ہلاتے ہیں نماز میں سکون کرو۔

اس حدیث پاک سے ظاہر ہے کہ نبی پاک ﷺ نے رفع یدین سے منع فرمادیا ہے اور خلفائے راشدین کے دور میں کسی نے نہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور نہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اور نہ ہی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اور نہ ہی حضرت مولانا علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ نے رفع یدین کیا، لہٰذا ثابت ہوا کہ نماز میں رفع یدین نہیں کرنا چاہیے۔

دعا کرنا:

نبی کریم ﷺ جب بھی دعا فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھ اُوپر اٹھا کر دعا فرماتے۔ (ابوداؤد شریف، جلد۱، صفحہ۲۱۶)

عَنْ حَفْصِ ابْنِ هَاشِمِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا دَعَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ

مَسَحَ وَجْهَهُ بِيَدَيْهِ ..

سائب بن یزید اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک نبی کریم ﷺ ہمیشہ جب بھی دُعا فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھ اُٹھاتے اور اپنے دونوں دستِ مبارک کو اپنے رخِ انور پر پھیرتے۔

آہستہ آمین کہنا چاہیے

(آمین با لسّر)

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا فَاِنَّهُ مَنْ وَّافَقَ تَأْمِيْنُهُ تَامِيْنَ الْمَلٰئِكَةِ غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَ فِیْ رِوَايَةٍ قَالَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِيْنَ فَاِنَّهُ مَنْ وَّافَقَ قَوْلَهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ . هٰذَا اللَّفْظُ الْبُخَارِیُّ ..

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: کہ جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو، اس لئے کہ جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے موافق ہوگئی تو اس کے پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے، بخاری و مسلم اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جب امام غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ کہے تو تم آمین کہو، اس لئے کہ جس کا آمین کہنا فرشتوں کی آمین کہنے کے مطابق ہوگا۔ تو اس کے گذشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

یہ الفاظ بخاری کے ہیں اور مسلم میں بھی اسی کے مثل ہے۔

(مشکوٰۃ شریف، صفحہ۷۹)

اس حدیث شریف میں دو باتیں واضح طور پر معلوم ہوئیں۔ اوّل یہ کہ مقتدی امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہ پڑھے، اس لئے کہ اگر مقتدی کو سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم ہوتا تو نبی کریم ﷺ یوں نہ فرماتے کہ جب امام وَلَا الضَّالِّيْنَ کہے تو تم آمین کہو، معلوم ہوا کہ مقتدی صرف آمین کہے گا۔ وَلَا الضَّالِّيْنَ کہنا امام کا کام ہے، دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ آمین آہستہ کہنا چاہیے کہ فرشتے بھی آہستہ آمین کہتے ہیں۔ اسی لئے ہم ان کی آمین کہنے کی آواز نہیں سنتے۔ لہٰذا بلند آواز سے آمین کہنا فرشتوں کے آمین کہنے کی مخالفت کرنا ہے۔

کنز الدقائق اور بحر الرائق جلد ا صفحہ ۳۱۳ میں ہے۔

اَمَّنَ الْاِمَامُ وَ الْمَامُوْمُ سِرًّا یعنی امام اور مقتدی دونوں آمین آہستہ کہیں۔

اور دُرِ مختار میں ہے: اَمَّنَ الْاِمَامُ سِرًّا لِمَامُوْمٍ وَ مُنْفَرِدٍ یعنی امام آہستہ آمین کہے جیسے کہ مقتدی اور منفرد آہستہ آمین کہتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جب امام غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ کہے تو مقتدی آمین کہے، پس اہلِ زمین سے جس کی آمین آسمان والوں کے ساتھ موافق ہوگئی اس کے پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور جو (اس موافقت کے ساتھ) آمین نہیں کہتا، اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو قوم کے ساتھ میدانِ جہاد میں جائے باقی ساری قوم تو مصروف جہاد ہو جائے، تیر چلائے لیکن اس شخص کا تیر ہی نہ چلتا ہو (اور وہ اپنی

محرومی اور نامرادی پر حسرت سے) کہہ رہا ہو، میرا تیر کیوں نہیں چلتا، تو اسے کہا جائے کہ تو نے آمین نہیں کہی تھی۔

ان روایات میں یہ حکم ہے کہ آمین اس وقت ہو جب امام وَلَا الضَّالِّيْنَ کہے اور آمین فرشتوں کی آمین سے موافق ہو جائے تو تمام گناہوں کی معافی کی خوشخبری ہے، ورنہ محرومی اور نامرادی جیسا کہ تیر نہ نکلنے والی مثال میں ہے۔

فرشتوں کی آمین:

غور کرنے سے پتہ چلا کہ فرشتوں کی آمین میں تین چیزیں ہیں:

۱۔ وہ بغیر فاتحہ پڑھے صرف ختم فاتحہ پر آمین کہتے ہیں۔

۲۔ ان کی آمین کا وقت خاص وہی ہے جب امام وَلَا الضَّالِّيْنَ کہے، وہ آمین کو اس وقت سے آگے پیچھے نہیں کرتے۔

۳۔ ان کی آمین کی آواز ہم نے کبھی نہیں سنی اور ظاہر ہے کہ وہ آہستہ آواز سے آمین کہتے ہیں۔

اہلسنّت وجماعت کو بشارت:

ہم اہلسنّت وجماعت خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس بشارت کے پورے پورے مصداق ہیں کہ وقت اور وصف میں ہر طرح ہماری آمین فرشتوں سے موافق ہے۔ ہماری آمین فرشتوں کی طرح ہے کہ جس طرح فرشتے امام کی فاتحہ کے ساتھ خود فاتحہ نہیں پڑھتے بلکہ خاموشی اور غور سے سن کر جب امام کی فاتحہ ختم ہوتی ہے، آمین کہتے ہیں۔ اسی طرح ہم اہلسنّت احناف بھی آمین آہستہ کہتے ہیں۔

غیر مقلدوں کی نافرمانی:

غیر مقلدین جس طرح سابقہ آیاتِ قرآنیہ کے باغی ہیں، اسی طرح انہوں نے آمین کہنے میں بھی فرشتوں کی مخالفت کی ہے۔

۱۔ یہ فرشتوں کے طریقہ کے خلاف بلند آواز سے آمین کہتے ہیں۔

۲۔ ان کی آمین کا وقت بھی فرشتوں کے ساتھ متحد نہیں ہو سکتا کیونکہ جماعت میں اکثر نمازی بعد میں آکر شریک ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے اگر وہ خود فاتحہ نہ پڑھتے اور انتظار میں حنفیوں کی طرح خاموش کھڑے رہتے کہ کب امام وَلَا الضَّالِّيْنَ کہے اور کب ہم آمین کہیں تو پھر فرشتوں کے ساتھ موافقت وقت میں ممکن تھی، لیکن یہ غیر مقلدین جب فاتحہ شروع کر لیتے ہیں اور بعد میں آنے کی وجہ سے ان کی فاتحہ ختم نہیں ہوئی، اب اگر تو یہ اپنی فاتحہ کے درمیان آمین کہیں تو تحریف قرآن لازم آتی ہے کہ قرآن پاک کی سورۃ کے اندر وہ کلمہ کہا جو ختم سورۃ پر کہنا تھا تو وہ لوگ "يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ" کے مصداق ہو گئے۔

اگر وہ مقتدی اپنی فاتحہ ختم کرنے کے بعد آمین کہتے ہیں تو ایک فرشتوں کی مخالفت سے نامرادی اور بدقسمتی میں پڑے دوسری طرف آمین کو بلند آواز سے کہنا بھی جاتا رہا۔ کیونکہ ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ ان کے مقتدی باری باری جب جس کی فاتحہ ختم ہو، آمین آمین پکارتا ہو۔

الغرض! وصفِ اخفاء میں تو غیر مقلدوں کا امام ہو اور تمام مقتدیوں فرشتوں کے مخالف ہیں اور وقت کے بارے میں اکثر فرشتوں کے مخالف ہیں۔ گویا پوری نامرادی غیر مقلدوں کے حصہ میں آئی ہے۔

پہلی حدیث:

عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فِیْ حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّیْتُمْ فَاَقِیْمُوْا صُفُوْفَکُمْ ثُمَّ لِیَؤُمَّکُمْ اَحَدُکُمْ فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَاِذَا قَالَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقُوْلُوْا آمِیْنَ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ فَاِذَا کَبَّرَ وَ رَکَعَ فَکَبِّرُوْا وَارْکَعُوْا فَاِنَّ الْاِمَامَ یَرْکَعُ قَبْلَکُمْ وَ یَرْفَعُ قَبْلَکُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتِلْکَ بِتِلْکَ قَالَ وَ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ یَسْمَعُ اللّٰہُ لَکُمْ ۔ (مسلم شریف، جلد۱، صفحہ۱۷۶)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ہمیں نماز باجماعت کا طریقہ سکھایا اور فرمایا: صفیں سیدھی کرلو، پھر تم میں سے ایک امام بن جائے، پھر جب امام اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو، پھر جب امام غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ کہے تم آمین کہو۔ خدا تم سے محبت کرے گا۔ پھر جب امام اللہ اکبر کر کے رکوع کرے، تم بھی اللہ اکبر کہہ کر رکوع کرو، امام رکوع میں بھی پہلے جاتا ہے اور اٹھتا بھی مقتدی سے پہلے ہے اور جب امام سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہے۔ تم رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہو۔

استدلال:

اس حدیث میں تکبیر، رکوع وغیرہ میں تو امام اور مقتدی کو حکم دیا گیا ہے کہ دونوں ادا کریں اور فاتحہ اور آمین، تسمیع اور تحمید میں تقسیم کردی ہے، روایت کے آخری حصہ کا مطلب غیر مقلدین بھی یہی لیتے ہیں ۔ ایک حدیث بھی ان کے پاس ایسی نہیں

ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے حکم فرمایا ہو کہ آمین بلند آواز سے کہا کرو۔ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کے صدقے ہمیں ہدایت عطا فرمائے۔ کہ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ آہستہ کہنی چاہیے، اسی طرح آمین بھی آہستہ ہونی چاہیے۔

بعض غیر مقلدین کہا کرتے ہیں کہ قُوْلُوْا آمِیْنَ کا معنی ہے آمین بلند آواز سے کہو۔ حالانکہ یہ بلند آواز کا لفظ انہوں نے خود حدیث پاک میں ملا لیا ہے ۔ حالانکہ یہ بلند آواز کا لفظ انہوں نے خود حدیث پاک میں ملا لیا ہے۔ گویا یہ آنحضرت ﷺ کو مشورہ دے رہے ہیں کہ حضرت آپ کا یہ فرمان کافی نہیں، ساتھ بلند آواز کا لفظ بھی چاہیے تھا۔

ہم غیر مقلدین سے پوچھتے ہیں کہ احادیث کے ان جملوں کا مطلب بھی یہی ہے۔ قُوْلُوْا رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ، رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ بلند آواز سے کہو قُوْلُوْا اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ، التحیات بلند آواز سے کہو قُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ بلند آواز سے کہو، یہاں غیر مقلد بھی بلند آواز سے کا لفظ شامل نہیں کرتے تو قُوْلُوْا آمِیْنَ میں کیوں شامل کرتے ہو؟۔ افسوس کہ غیر مقلدین ایک ضدی طبقہ ہے جو ضد میں آ کر قرآن کا انکار کر جاتا ہے۔ احادیث کے ترجمے بھی غلط کرتا ہے۔

حدیث:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقُوْلُوْا آمِیْنَ فَاِنَّ الْمَلٰئِکَۃَ تَقُوْلُ آمِیْنَ وَ اِنَّ الْاِمَامَ یَقُوْلُ آمِیْنَ فَمَنْ وَّافَقَ تَامِیْنُہٗ

تَامِيْنُ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ . رواه احمد والنسائی و الدارمی واسناده صحیح (صحیح آثار السنن : جلد ۱ صفحه ۹۱ و رواه ابن حبان فی صحیحه (جلد ۱ صفحه ۱۹۴)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جب امام غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّالِّيْنَ کہے، تم بھی آمین کہو بے شک فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی آمین کہتا ہے۔ پس جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ موافق ہوگئی، اس کے سب پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دین کی سمجھ عطا فرمائے۔

آنحضرت ﷺ کا رمضان المبارک کا معمول

۱۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رمضان کا مہینہ آتا تو آپ ﷺ رمضان المبارک میں غیر رمضان کی نسبت زیادہ کوشش فرماتے۔ (مسلم شریف)

۲۔ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی فرماتی ہیں کہ رمضان کا مہینہ آتا تو آپ ﷺ کی نماز غیر رمضان کی نسبت بڑھ جاتی ۔(کثرتِ صلوٰۃ)اور کثرت عبادت کی وجہ سے آپ ﷺ کا رنگ مبارک بدل جاتا۔ (بیہقی)

۳۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی فرماتی ہیں کہ جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کمربستہ ہوجاتے اور جب تک سارا رمضان نہ گزر جاتا۔آپ رات کو بستر پر تشریف فرما نہ ہوتے تھے۔ (شعب الایمان بیہقی)

۴۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی فرماتی ہیں کہ جب رمضان المبارک کے آخری دن آتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تمام رات بیدار رہتے اور اپنی ازواج مطہرات کو بھی بیدار رکھتے۔ (بخاری، صفحہ ۲۶۹، جلد ۱)

اب جو شخص یہ دعویٰ رکھتا ہو کہ میں حضور ﷺ کی پوری تابعداری کرتا ہوں، اسے چاہیے کہ رمضان کی ساری راتیں عبادت میں گزارے، اتنی عبادت کرے کہ اس کا رنگ بدل جائے، آخری دس دنوں میں اپنے گھر والوں کو بھی نہ سونے دے، کیا غیر مقلدین کے کسی ایک گھر میں بھی اس طریقہ پر عمل ہے۔نہیں اور یقیناً

نہیں۔ تو پھر دین میں اور رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں ہی کم از کم جھوٹ بولنے سے توبہ کرلیں۔

۵۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو بھی رمضان میں غیر رمضان کی نسبت زیادہ عبادت کی ترغیب دلائی۔ یہاں تک فرمایا کہ اس میں ایک نفل کا ثواب ایک فرض نماز کے برابر ہو جاتا ہے اور ایک فرض کا ثواب ستر فرائض کے برابر۔

(مشکوٰۃ) فتاویٰ علماءِ حدیث جلد ۶ صفحہ ۲۷

بیس رکعات تراویح کا ثبوت

۱.. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّىْ فِىْ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ . (مصنف ابن ابی شیبه صفحه ۳۹۴، جلد ۲)

قُلْتُ سَنَدُهٗ حَسَنٌ وَ تَلَقَّتْهُ الْاُمَّةُ بِالْقُبُوْلِ فَهُوَ صَحِيْحٌ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ رمضان میں بیس رکعت (تراویح) اور وتر پڑھتے تھے۔ یہ حدیث سند کے اعتبار سے حسن ہے اور امت کی عملی تائید اسے حاصل ہے۔ اس لئے یہ صحیح ہے۔

۲.. عَنْ سَائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كُنَّا نَقُوْمُ فِىْ زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَ الْوِتْرَ۔

(معرفۃ السنن بیہقی صفحہ ۳۶۷، کنز العمال صفحہ ۱۶۴، جلد ۹)

"حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح (باجماعت) اور وتر پڑھتے تھے۔"

امام نووی فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے (شرح المہذب) علامہ سبکی، سیوطی اور ملا علی قاری نے اس کو صحیح فرمایا اور نیموی نے اس تصحیح کو نقل فرمایا ہے۔

(آثار السنن صفحہ ۵۵ جلد ۲)

ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

۳.. رَوَى الْحَارِثُ بْنُ اَبِىْ ذِيَابٍ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كَانَ

الْقِيَامُ عَلٰى عَهْدِ عُمَرَ بِثَلَاثٍ وَّ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً ۔ (سندہ صحیح)

''حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں لوگ بیس رکعت تراویح باجماعت پڑھتے تھے۔''

۴۔۔ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبِ نِالْقُرَظِيِّ كَانَ النَّاسُ يُصَلُّوْنَ فِيْ زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِيْ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَّ يُوْتِرُوْنَ بِثَلَاثٍ ۔

(قیام اللیل صفحہ ۱۵۷)

''حضرت محمد بن کعب قرظی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں باجماعت بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھا کرتے تھے۔''

۶۔۔ عَنْ يَّحْىَ ابْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّهٗ اَمَرَ رَجُلًا اَنْ يُّصَلِّيَ بِهِمْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً ۔(ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۹۳، جلد۲)

'' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائے۔''

۷۔۔ اِنَّ الْحَسَنَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ جَمَعَ عَلَى النَّاسِ اُبَيَّ ابْنَ كَعْبٍ فَكَانَ يُصَلِّيْ بِهِمْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً.

(نسخہ ابوداؤد مطبوعہ عرب صفحہ ۱۴۲۹)

''امام حسن فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کے لئے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تراویح کا امام مقرر کیا، وہ بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔''

۸.. عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ اَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ اَمَرَهٗ اَنْ يُصَلِّيَ بِاللَّيْلِ فِيْ رَمَضَانَ فَصَلّٰى بِهِمْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً ۔ (کنز العمال: صفحہ ۳۲۴، جلد ۸)

"حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے حکم دیا کہ میں رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھاؤں۔"

یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے، اس لئے علماء کی اکثریت کی رائے میں بیس ہی سنّت ہیں کیونکہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے مہاجرین (بھی بیس ہی پڑھتے تھے) اور انصار بھی (بیس ہی پڑھتے تھے) اور کسی منکر نے بھی (بیس رکعت تراویح کے سنّت ہونے کا) انکار نہیں کیا۔"

۹.. عَنْ نَّافِعِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ ابْنُ اَبِيْ مُلَيْكَةَ يُصَلِّيْ بِنَا فِيْ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً ۔

(ابن ابی شیبہ: صفحہ ۳۹۳، جلد ۲ و اسنادہ صحیح آثار السنن: صفحہ ۵۶ جلد ۲)

"نافع بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ابن ابی ملیکہ، م ۱۱۷ھ میں بیس رکعت تراویح پڑھایا کرتے تھے

۱۰.. عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ عُبَيْدٍ اَنَّ عَلِيَّ بْنَ رَبِيْعَةَ كَانَ يُصَلِّيْ بِهِمْ فِيْ رَمَضَانَ خَمْسَ تَرْوِيْحَاتٍ ۔ يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ

(ابن ابی شیبہ ج ۲، صفحہ ۳۹۳، اسنادہ صحیح)

"سعید بن عبید سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو کبار تابعین میں سے تھے) ہمیں رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھایا کرتے تھے۔"

۱۱. حضرت عبدالرحمٰن بن بکرہ (جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد تھے) (تہذیب: جلد ۶ صفحہ ۱۲۸) وہ لوگوں کو پانچ ترویحہ بیس تراویح پڑھایا کرتے تھے۔ (قیام اللیل: صفحہ ۱۵۸)

۱۲.. حضرت سعید بن ابی الحسن جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاص شاگرد تھے۔(تہذیب: جلد ۴، صفحہ ۱۶) وہ لوگوں کو پانچ ترویحے بیس رکعت تراویح پڑھایا کرتے تھے۔(قیام اللیل: صفحہ ۱۵۸)

۱۳.. عمران العبدری حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاص شاگرد بھی لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھایا کرتے تھے۔ (قیام اللیل: صفحہ ۱۵۸)

یہ خیر القرون کا عمل ہے۔ پورے خیر القرون میں بیس رکعت تراویح کے خلاف کبھی کوئی شر کھڑا نہیں کیا گیا اور آپ حیران ہوں گے کہ اس پورے خیر القرون میں صرف آٹھ رکعت تراویح کا نام ونشان کہیں نہیں ملتا۔

ائمہ اربعہ:

نبی پاک ﷺ کی پاک سنتوں اور خلفائے راشدین کے مقدس طریقوں کی حفاظت وتدوین جس جامعیت اور تفصیل کے ساتھ ائمہ اربعہ نے فرمائی ہے، یہ مقام امت میں اور کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ اسی لئے پوری امت ان ہی کی رہنمائی میں پاک سنتوں پر عمل کر رہی ہے۔ ان میں سے کسی امام کی فقہ کے کسی متن میں آٹھ رکعت تراویح کو سنت اور بیس کو بدعت نہیں لکھا گیا۔ امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ بیس کے قائل تھے۔ اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ ۲۰ تراویح اور ۱۶ نوافل کل ۳۶ رکعت کے قائل تھے۔ (بدایۃ المجتہد: صفحہ ۱۵۲، جلد ۱)

اجماعِ امّت :

حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح باجماعت پر اجماع ہوا۔

۱۔ حضرت ملاعلی قاری مکّی فرماتے ہیں: اَجْمَعَ الصَّحَابَةُ عَلٰی اَنَّ التَّرَاوِیْحَ عِشْرُوْنَ رَکْعَةً ۔ (مرقاۃ: جلد۳ صفحہ۱۹۴)

۲۔ وَ بِالْاِجْمَاعِ الَّذِیْ وَقَعَ فِیْ زَمَنِ عُمَرَ اَخَذَ اَبُوْحَنِیْفَةَ وَالنَّوَوِیُّ وَ الشَّافِعِیُّ وَ اَحْمَدُ وَ الْجُمْهُوْرُ وَاخْتَارَهٗ ابْنُ عَبْدِ الْبِرِّ ۔

(اتحاف سادۃ المتقین صفحہ۴۲۲، جلد۳)

۳۔ ابن قدامہ معنی میں صفحہ۸۰۳ جلد۱، فتح القدیر صفحہ۴۰۷

۴۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی ماثبت بالسنہ صفحہ۲۱۷

۵۔ علامہ شامی ردالمختار صفحہ۵۱۱ جلد۱

۶۔ علامہ سیوطی المصابیح صفحہ۱۶

بے شمار حوالے دیئے جاسکتے ہیں کہ ان الفاظ میں اس اجماع کا ذکر فرماتے ہیں اور کسی اہلِ علم اور کسی اہلِ فن نے اس کا انکار نہیں کیا، تمام غیر مقلدین اہلحدیثوں کو چیلنج ہے کہ کسی ایک حدیث کی کتاب سے یا تاریخ اسلام سے دکھا دیں کہ نبی کریم ﷺ یا صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا عہد حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ میں بیس رکعت تراویح پر اجماع نہیں ہوا یا اس اجماع پر عمل جاری نہیں ہوا، قیامت تک اسکے خلاف نہیں دکھا سکتے۔ آج بھی مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں بیس رکعت تراویح ہی پڑھی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے اور نبی کریم ﷺ کی سچی محبت عطا فرمائے۔

کھڑے ہو کر زم زم پینا

حَدَّثَنِی مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ اَخْبَرَنَا الْفَزَارِیُّ عَنْ شِبْعِیَ اَنَّ بْنَ عَبَّاسٍ حَدَّثَهٗ قَالَ سَقَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ زَمْزَمَ فَشَرِبَ وَ هُوَ قَائِمٌ .

(بخاری شریف، جلد ا، صفحہ ٦١)

ترجمہ: محمد بن سلام فزاری شبعی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو آب زم زم پلایا اور آپ کھڑے تھے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَهُبُ بْنُ جَرِیْرٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ سَمِعْتُ یُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِیْنَةِ ضِعْفَیْ مَا جَعَلْتَ بِمَكَّةَ مِنَ الْبَرَكَةِ .

(مدارج النبوۃ: جلد اصفحہ ١٤٢، بحوالہ بخاری و مسلم شریف میں)

ترجمہ: عبد اللہ بن محمد، وہب بن جریر ان کے والد ماجد یونس ابن شہاب حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! مدینہ منورہ میں دُگنی برکت رکھ جتنی تو نے مکہ مکرمہ میں رکھی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں زم زم کے پانی کا ڈول لایا تو آقائے دو عالم

ﷺ نے وہ کھڑے ہو کر پیا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں آیا ہے کہ انہوں نے وضو فرمایا اور اس کے بعد کھڑے ہو کر وضو کا بچا ہوا پانی پی لیا۔

(سنن نسائی: کتاب الحج، صفحہ ۲۰ جلد ۲)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ شَرِبَ مِنْ مَّاءِ زَمْزَمَ وَ هُوَ قَائِمٌ.

۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زمزم کا پانی کھڑے ہو کر پیا۔ اَشْرِبُ من زمزم قائمًا

۲۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَقَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ زَمْزَمَ فَشَرِبَهٗ وَهُوَ قَائِمٌ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو زم زم کا پانی پلایا، آپ نے کھڑے ہو کر پیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ آب زم زم کھڑے ہو کر پینا ہی سنّت رسول کریم ﷺ ہے۔

یہ مسئلہ بھی مکہ مکرمہ میں باب عمرہ میں مولانا الشیخ محمد عبداللہ وصی اللہ مکی نے نماز مغرب کے بعد لوگوں کو بتایا کہ ماءِ زم زم بیٹھ کر پینا چاہیے تو احقر وہاں موجود تھا۔ جب میں نے گرفت کی تو الشیخ وصی اللہ مکی خاموش ہو کر لاجواب ہو گیا۔ میں نے جوابًا عرض کیا کہ حرم پاک میں بیٹھ کر حدیث رسول اللہ ﷺ کی غلط ترجمانی کرتے ہو، یہ تو بخاری شریف کی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ماءِ زم زم کھڑے ہو کر نوش فرمایا۔ یہ ہے اہل حدیثوں کی حدیث دانی۔ اللہ تعالیٰ عقلِ سلیم عطا فرمائے۔

☆......☆......☆......☆......☆

جب زندہ حج کرنے کے قابل نہ ہو تو اس کی طرف سے حج کرنا

(۱) عَنْ اَبِیْ رَزِیْنِ الْعُقَیْلِیِّ اَنَّہٗ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ اَبِیْ شَیْخٌ کَبِیْرٌ لَا یَسْتَطِیْعُ الْحَجَّ وَ لَا الْعُمْرَۃَ وَلَا الظَّعْنَ قَالَ حُجَّ وَ اعْتَمِرْ.

(سنن ابن ماجہ: بَابُ الْحَجِّ عَنِ الْحُیِیِّ اِذَا لَمْ یَسْتَطِعْ ، ج ۲ ص ۵۷۷)

ابورزین عقیلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میرا باپ بہت بوڑھا ہے، نہ حج کی طاقت رکھتا ہے اور نہ عمرے کی اور نہ سواری کی (کہ اونٹ پر سوار ہو کر حج کرے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے باپ کی طرف سے حج کر اور عمرہ کر۔

۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے بھائی فضل بن عباس سے روایت کی کہ وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ سوار تھے (اونٹ پر) یوم النحر کی صبح کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خثعم قبیلہ کی ایک عورت آئی اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کا فرض حج اس کے بندوں پر ایسے وقت میں میرے باپ پر آیا کہ وہ بہت بوڑھا ہے، سوار ہونے کی طاقت نہیں رکھتا، کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! اگر تیرے باپ پر قرض ہوتا تو تو اس کو ادا کرتی یا نہیں؟ وہ عورت بولی جی

ہاں میں ادا کرتی، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کا قرض ادا کرنا زیادہ مقدم ہے۔ نیک اولاد، اپنی نیک اور حلال کی کمائی سے ماں اور باپ کا قرض ادا کردیتے ہیں، ایسا ہی آپ نے اس عورت سے پوچھا کہ تو اپنے باپ کا قرض ادا کرتی یا نہیں۔ جب اس نے کہا میں ادا کرتی تو آپ ﷺ نے فرمایا: حج بھی اس کی طرف سے ادا کر، وہ اللہ تعالیٰ کا فرض ہے۔

کسی مردہ فوت شدہ کی طرف سے حج کرنا

(سنن ابن ماجہ :باب الحج عن المیت ، ج ۲ ص ۵۷۵)

۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو سنا وہ کہہ رہا تھا: "لَبَّیْکَ عَنْ شِبْرِمَۃَ" شبرمہ کی طرف سے لبیک آپ نے فرمایا: شبرمہ کون ہے؟ وہ بولا میرا ایک رشتے دار تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے کبھی اس سے پہلے حج کیا ہے، وہ بولا نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ حج اپنی طرف سے کر، پھر شبرمہ کی طرف سے کر۔

۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا۔ کیا میں حج کروں اپنے باپ کی طرف سے، آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں حج کر اپنے باپ کی طرف سے اگر تو اس کی نیکی نہ بڑھا سکے تو اس کے لئے برائی مت کر۔

۳۔ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِی الْغَوْثِ بْنِ حُصَیْنٍ رَجُلٍ (مِنَ الْفَرْعِ) اَنَّہُ اسْتَفْتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ حَجَّۃٍ کَانَتْ عَلٰی اَبِیْہِ مَاتَ وَلَمْ یَحُجَّ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاَنَّ کَذَالِکَ الصِّیَامُ فِی النَّذْرِ

یَقۡضِیۡ عَنۡہُ

ابو الغوث بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جو فرع میں سے ایک شخص تھا، شریفین حرمین کے درمیان ایک مقام ہے، اس نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ اس کے باپ پر حج فرض تھا، وہ فوت ہو گیا اور حج نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو حج کرا اپنے باپ کی طرف سے اور ایسا ہی نذر کے روزوں میں آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ان کی بھی قضا کر باپ کی طرف سے۔

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ فوت شدہ کے لئے حج وعمرہ کیا جا سکتا ہے اور اس کا ثواب ان کو پہنچتا ہے اور فرض بھی ان کی طرف سے ادا ہو جاتا ہے، ان احادیث سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہوا کہ ہر نیکی کا ثواب ملتا ہے، چاہے میت کے لئے ہو یا زندہ کے لئے، چاہے حج کا ہو یا عمرے کا یا نفلی طواف کا، ہر طرح کی نیکی کا ثواب زندہ اور مردہ دونوں کو ملتا ہے۔ یہ قرآن وحدیث اور فرمانِ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور یہی اہلسنّت وجماعت کا معمول ہے۔

عجیب مناظرانہ گفتگو

مابین اہلِ حدیث اور اہلسنّت و جماعت

مورخہ ۲۶ جولائی ۲۰۰۲ء بروز جمعۃ المبارک بعد نماز مغرب بندۂ ناچیز محمد حنیف رضا اور میرے ایک ساتھی الحاج عبدالخالق صاحب کالا گجراں طواف کعبہ کررہے تھے، طواف سے فارغ ہوئے تو دو نفل واجب طواف ادا کر کے دعا کی اور باب فتح میں بیٹھ گئے۔

چند منٹ گزرے تو عبدالخالق صاحب کہنے لگے چلیں باہر چلتے ہیں۔ میرا ارادہ تھا کہ نماز عشاء پڑھ کر چلیں گے مگر وہ زیادہ دیر بیٹھ نہیں سکتے تھے۔ اس لئے بار بار اصرار کیا ہم بابِ فتح سے اٹھے اور باب عمرہ کے قریب جب آئے تو وہاں ایک حکومت سعودیہ عربیہ کے مقرر کردہ الشیخ عبداللہ وصی اللہ السّلفی المکی خطاب فرمارہے تھے۔

میں نے عبدالخالق صاحب سے کہا کہ خطاب سن لیتے ہیں، میرا مقصد تھا کہ کچھ وقت گزر جائے اور نمازِ عشاء پڑھ کر واپس جائیں، عبدالخالق صاحب اور راقم الحروف دونوں جہاں مولانا خطاب کررہے تھے۔ ان کی کرسی کے تین صف پیچھے بیٹھ گئے اور ان کی تقریر سننے لگے۔ دورانِ تقریر ان کے پاس ایک سوال آیا کہ آبِ زم زم بیٹھ کر پینا چاہیے یا کھڑے ہو کر؟ الشیخ عبداللہ نے جواب دینا شروع کیا کہ زمزم ہو یا اور کوئی پانی ہو، بیٹھ کر پینا سنّت ہے اور کھڑے ہو کر پینا خلافِ سنّت

ہے اور گناہ ہے اور اس پر دلیل یہ دی کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پانی بیٹھ کر پینے کا حکم فرمایا ہے۔

راقم الحروف نے پیچھے سے آواز دی کہ مولانا آپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل کے خلاف بات کی ہے، لہٰذا آپ اس کی دلیل دیں حدیث پاک سے۔ مولانا نے بڑے غصے سے دیکھا اور کہا کہ آپ آگے آجائیں اور بات کریں۔ بندۂ ناچیز اٹھا اور مولانا کے دائیں جانب کرسی کے نزدیک بیٹھ گیا، اب مولانا نے مجھ سے سوال کیا کہ اب آپ بات کریں، لوگوں کو آپ کی بات سمجھ نہیں آئی، میں اٹھا اور کھڑے ہو کر مولانا صاحب سے مخاطب ہوا کہ آپ نے جو فرمایا ہے کہ زمزم بیٹھ کر پیا جائے، اس پر مجھے اور عوام الناس کو دلیل دیں کہ کب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زم زم بیٹھ کر پیا ہے اور کس حدیث میں یہ حکم ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ زم زم بیٹھ کر پیو؟

مولانا عبداللہ وصی اللہ السّلفی تو خاموش ہو گئے، جب ان کے پاس کوئی دلیل نہ ملی تو راقم الحروف نے عوام کو اور مولانا کو مخاطب کرتے ہوئے عرض کیا کہ مولانا کعبہ پاک میں بیٹھ کر حدیث رسول کی غلط ترجمانی کر رہے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ مولانا کو یہ بات ناگوار گزری اور کہنے لگے آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ تو پھر میں نے کہا کہ حرم کی لائبریری سے حدیث بخاری شریف لے آئیں۔ اس میں نبی کریم ﷺ کا عمل موجود ہے کہ آپ نے آب زم زم کھڑے ہو کر پیا ہے۔ میں نے یہ حضور ﷺ کا یہ عمل بتا دیا ہے کہ آبِ زم زم کھڑے ہو کر پینا عین سنّت نبوی ﷺ ہے۔ تو پھر آپ نے کس بنیاد پر کہا کہ زمزم بیٹھ کر پینا چاہیے؟

مولانا صاحب خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دیا، پھر میں نے حضرت

مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول بھی پیش کیا کہ وضو کا پانی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر پیا ہے۔ اس بات کا ثبوت بھی بخاری شریف سے دیا، مولانا خاموش اور چپ کرسی پر بیٹھے میری گفتگو سن رہے تھے۔ میں نے کہا کہ کعبہ معظمہ میں مطاف میں بیٹھ کر لوگوں کو گمراہ نہ کرو تو ایک آدمی اٹھا اور مجھ سے کہنے لگا۔ امام کا احترام لازم ہونا چاہیے، میں نے جواب دیا کہ میں بڑے احترام کے ساتھ بات کر رہا ہوں۔ وہ آدمی بھی بیٹھ گیا۔

دوسرا سوال شروع ہوا کہ طواف کا ثواب صرف طواف کرنے والے کو ملے گا کسی دوسرے کو نہیں، پھر میں نے دلیل مانگی تو مولانا شرمسار ہو کر جواب نہ دے سکے اور خاموش ہو گئے، کافی لوگ ہماری گفتگو سن رہے تھے، میں نے کہا کہ مولانا یہ مائیک اگر آپ مجھے دے دیں تو بات کرنے کا مزہ ہی آ جائے تو کہنے لگے اس کے لئے آپ کو اجازت نہیں، بغیر مائیک کے آپ بات کر سکتے ہیں، میں نے کہا مولانا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ عمرہ کر کے اس کا ثواب اپنے بزرگوں، والدین اور عام مسلمانوں کو پہنچاؤ۔

الشیخ عبداللہ نے کہا مولانا آپ نے یہ کس حدیث سے بات کی ہے؟ پھر میں نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث پیش کی تو مولانا عبداللہ ایسے خاموش ہوئے کہ چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا تو میں نے کہا، مولانا غلامی کرنی ہے تو رسول اللہ ﷺ کی غلامی کرو، نجدی حکومت کی غلامی دوزخ تک لے جائے گی اور رسولِ خدا کی غلامی سند جنت ہے، میری بات ختم ہوئی تو عشاء کی اذان ہوئی، میں کھڑا ہی ہوا تھا کہ مؤذن نے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھا اور میں نے انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگائے اور پڑھا قُرَّةُ عَيْنِىْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

ﷺ ان کا ایک حواری مولانا عبداللہ کے پاس بیٹھا تھا اور مجھے گھور گھور کر دیکھ رہا تھا ،فوراً بولا اس کی آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ میں نے برجستہ جواب دیا دلیل سننا چاہتے ہو تو مائیک مجھے دو، اس کے لئے سترہ دلائل میرے پاس موجود ہیں۔ آپ سننے والے بنیں میں اس کا ثبوت پیش کرتا ہوں، اس سے پہلے آپ میرے سوال کا جواب دیں کہ یہ عرب جتنے بھی ہیں جب ایک دوسرے کو گلے ملتے ہیں تو ایک دوسرے کا منہ چومتے ہیں اس کا ثبوت آپ پیش کریں کہ یہ کس حدیث سے ثابت ہے؟ تو انگوٹھے چومنے کا ثبوت میں حدیثِ رسول اور عمل صحابہ کرام سے پیش کرتا ہوں۔ مولانا عبداللہ خاموش ہو گیا۔ اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ لڑکھڑاتے ہوئے بولا وما علینا الا البلاغ اور نماز عشاء کی تیاری کے لئے کھڑا ہو گیا۔ یہ ہماری گفتگو کا اختتام تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم.

في يوم الجمعة تاريخ : ١٤٢٣/٥/١٦ھ الموافق ٢٠٠٢/٧/٢٦ء بعد صلاة المغرب داخل باب العمرة كان الشيخ عبداللہ السلفي المكي كان يلقي محاضرة و كنت مارا من هناك و كان بصحبتي الحاج عبد الخالق من هاي و يكم بانجلترا. و عند ما سمعنا صَوْتَهٗ اِقْتَرَبْنَا مِنْهُ و جلسنا خلفه عَلٰى بُعْدِ صَفَّيْنِ اثْنَيْنِ فقط. و بدأنا في سماج مُحَاضَرَة و خلال محاضرة الشيخ جاءه سؤال من المستمعين ما ينص على ، هل يجوز شرب ماء زمزم واقفا أم لا بد من شربه جالسا؟ فأجاب الشيخ أن الرّسول الكريم صلّى الله عليه وسلّم أمر يشرب الماء جالسا لذا يجب أن نشرب و نحن جالسون ، و أن الّذي يشرب ماءَ زم زم واقفا يأثم لذا يجب أن يشرب جالسا .

فأتاه سؤال آخر ما حكم من يطوف لغيره، هل يصله الثواب أم لا ؟

فأجاب الشيخ : أن فاعل الطواف يؤجر و لكن الاجر لا يصل لشخص آخر.

فقلت له و أنا جالس أن المسألة التي أفتيت خلافا لعمل الرسول الكريم ﷺ ، فَالْتَفَتَ الشيخ إلى الخلف و نظر إلَيّ محدّقا كأنه لم يفهم ما قلته و قال تعالِ إلى الإمام ، فقمت من مكاني و جلست إلى جانبه في الْجِهَةِ اليمنى منه ، فبعد ما جلست قال قل الآن ما تريد ،

فقمت و قلت : أن ما قلتَه من أن الرسول الكريم صلى الله عليه وسلّم أمر بشرب الماء جالسا ، فقد شرب الرسول الكريم صلى الله عليه وسلّم ماء زمزم و هو واقف ، و حديث البخاري دليل على ذالك.

و حديث بخاري دليل عادل و يكفي لكونه دليل ، و كذالك قول سيّدنا على المرتضى رضى الله تعالىٰ عنه أن الرسول الكريم صلى الله عليه وسلّم شرب ماء زم زم واقفا موجود ، و إذا أردت ، مخاطبا الشيخ و أنظاري إلى النَّاس ،أنك إذا أردت فإنني أستطيع إخراج الدليل لك من مكتبة الحرم المكي الشريف.

و قلت له أنا لأمر الثاني الذى ذكرته و هو أن الثواب لا يتعدى فاعل الطواف إلى شخص آخر و لا يصل ذلك إلا لصاحبه أي من قام بالطواف ، رغم أن الرسول الكريم صلى الله عليه وسلّم أمر بما في معنى الحديث أن اصلوا الثواب إلى من توفي من أقاربكم بأعمالكم الصالحة ، و هذا الأمر ثابت من القرآن والسنه، أما من القرآن الكريم فقد قال الله سبحانه وتعالى في سورة الحشر (ربنا اغفرلنا و لإخواننا الذين سبقونا بالإيمان و لا تجعل في قلوبنا غلا للذين آمنوا ربنا إنك رؤوف رحيم)

أما من السنة النبوية الشريفة هو أن سيدنا سعد رضي الله عنه جاء إلى النبي صلى الله عليه وسلّم و قال له أن والدته توفيت فما ذا يستطيع أن يعمل لها فأخبره.

عن سعد بن عباده قال يا رسول الله ان أمّ سعدٍ كانت فَاَیُّ

الصدقة افضل قال الماء فَحَضَرَ بِئرًا و قال هٰذه لامه سعدٍ . (رواه ابو داؤد والنسائی ، مشکوة ص ١٩٩) فسمیت هذه البئر بئر أم سعد .

فقلت له بعد ذالک أنک تضل الناس و أنت في الحرم الشریف و تتکلم ضد القرآن و السنة ، و هذه لیست خدمة الدین اللّٰه عز وجل و إنما مخالفة لدین اللّٰه عزوجل ، وأنتم قد تعودتم لأنا تُسمعوا ما تقولونه و لا تسمعون من الناس و خلال هذه الأثناء بدأ الأذان و کنت واقفا فبقیت واقفا ، و عند ما قال المؤذن أشهد أن محمد رسول اللّٰه ، فقبلّت إبهامي وَ وَضَعْتُهُمَا علی عینی و قلت قرَّةُ عینی بک یا رسول اللّٰه ، و بعد الاذان جلست ، فقال لي أحد حواریه هل لدیک دلیل علی ما فعلته من تقبیل إبهامیک و وضعتهما علی عینیک ؟ فقلت له أعطني مکبر الصوت و أنا أعطیک له ١٧ دلیلا ، فقال الشیخ متهربا لأنه لم یکن لدیه دلیلا علی ذالک ، أنه لا یسمع أن أعطیک مکبر الصوت ، و الناس قد سمعوا ما أردت و قد انتهی الوقت و ماعلینا إلا البلاغ . و هذا تَهَرُّبًا مني بسبب عدم وجود دلیل عنده .

أسأل اللّٰه العلي القدیر أن یُرِیَنَا الحق حقا و یُرِیَنَا الباطل باطلا و یرزقنا اجتنابه.

محمد حنیف رضا

(بریڈ فوڑد انجلترا)

ایصالِ ثواب

اللہ تعالیٰ حکیم ہے علی کل شیء قدیر ہے۔اس کے تمام کام حکمت سے خالی نہیں، ان میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوتی ہے۔ جب بھی کوئی ایک مسلمان اس فانی دنیا کو چھوڑ کر باقی کی دنیا میں پہنچ جاتا ہے۔تو اہلِ اسلام سب سے پہلے اس کے غسل وکفن کا بندوبست کرتے ہیں، پھر نماز جنازہ کی تیاری کرتے ہیں۔ ہر مسلک اور ہر عقیدہ اور ہر نظریہ وخیال کے لوگ فوت شدہ کی نماز جنازہ ادا کرتے ہیں۔اس کی ادائیگی اور افادیت سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہے اور ہر مسلمان جانتا ہے کہ یہ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔

مرنے والے مسلمان کے جو زندہ مسلمانوں پر حقوق ہیں ان میں سے نمازِ جنازہ کے پس منظر میں کارفرما یہ مقصد ہے کہ فوت ہونے والے جو مسلمان کے لئے دعا مغفرت کی جائے اور نماز جنازہ یقیناً ایک مسلمان کا فعل ہے جو دوسرے مسلمان کو فائدہ دیتا ہے اگر زندہ مسلمان کا پڑھا ہوا جنازہ یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء، درود شریف اور دعا اس دوسرے فوت شدہ مسلمان کو فائدہ نہ دے تو نماز جنازہ کی ادائیگی فضول ہو گی اور وقت کا ضیاع ہوگا۔اسی لئے عبادات کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ جسمانی عبادت جیسے قرآن مجید کی تلاوت، روزہ، وظائف اور نوافل

۲۔ مالی عبادت جیسے صدقہ، خیرات اور زکوٰۃ وغیرہ

۳۔ جسمانی اور مالی عبادات کا مرکب جیسے حج

ان تین اقسام میں سے ہر طرح کی عبادات کا ثواب دوسرے مسلمان کو پہنچانا جائز ہے۔ کسی مسلمان کا اپنی عبادت کا ثواب دوسرے مسلمان کو پہنچانا ہی ایصال ثواب کہلاتا ہے۔ ایصال ثواب بلا شک وشبہ جائز ہے۔ اس کے جواز میں قرآن وحدیث شاہد عادل ہیں اور اس کا انکار کسی صاحب علم سے ممکن نہیں ہے۔ اس کا انکار یا تو جہالت کی بناء پر ہوتا ہے یا بد دیانتی کی بناء پر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی انکار کی وجہ نہیں۔

قرآن پاک سے ثبوت

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔

وَالَّذِیْنَ جَاءُ وْا مِنْ م بَعْدِھِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَان وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنا غِلًّا لِلَّذِیْنَ آمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَؤُوْفٌ الرَّحِیْمُ ۔

ترجمہ: اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے، وہ کہتے ہیں: ”اے ہمارے پروردگار! ہماری بخشش فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی بخشش فرما جو ایمان میں ہم سے سبقت لے گئے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لئے کینہ نہ پیدا کر، اے ہمارے پروردگار! بیشک تو رحم کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اور تاجدارِ کائنات ﷺ نے احادیثِ طیبہ

میں کثرت سے فرشتوں کے اوصافِ حسنہ کا ذکر کیا ہے۔ جن میں ایک وصف یہ ذکر کیا ہے کہ فرشتے اہلِ ایمان کی بخشش و مغفرت کی دعا کرتے ہیں، اگر یہ دعا کرنا بے مقصد ہوتا تو ربِّ ذوالجلال اس کا حکم کبھی بھی فرشتوں کو نہ دیتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ حکیم ہے اور حکیم کا کوئی فرمان بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

....

خالقِ کائنات نے قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر فرشتوں کے اس وصف کا ذکر کیا ہے۔ صرف دو مقامات پیش خدمت ہیں۔

(اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ج رَبَّنَاۤ وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَ اتَّبَعُوْا سَبِیْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ ط)

(رَبَّنَا وَ اَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ نِ الَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ وَ مَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّیّٰتِهِمْ ط اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ)

وَقِهِمُ السَّیِّاٰتِ ط وَمَنْ تَقِ السَّیِّاٰتِ یَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ط وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ۔

ترجمہ: جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور وہ فرشتے جو عرش کے اردگرد حلقہ زن ہیں، وہ اپنے ربّ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ (وہ کہتے ہیں)

اے ہمارے پروردگار! تو ہر چیز کو اپنی رحمت اور علم سے گھیرے ہوئے ہے۔ جنہوں نے کفر سے توبہ کی اور تیرے راستہ کی پیروی کی، ان کو معاف فرما اور انہیں عذابِ جہنم سے محفوظ فرما۔

اے ہمارے پروردگار! انہیں سدابہار باغوں میں داخل فرما جن کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے اوران کے والدین، اہل خانہ اور اولاد کو (داخل فرما) جو قابلِ بخشش ہیں۔ بے شک تو ہی سب سے زبردست اور حکمت والا ہے۔

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِی الْاَرْضِ ط اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ)

ترجمہ: قریب ہے کہ آسمان جلالِ الٰہی سے اوپر پھٹ پڑیں (اور ایسا نہیں ہوتا کیونکہ) فرشتے اپنے ربّ کی حمد کے ساتھ تسبیح کررہے ہیں اور اہل زمین کے لئے بخشش طلب کررہے ہیں۔ سن لو! یقیناً اللہ تعالیٰ ہی بخشنے والا، بہت رحم فرمانے والا ہے

فرشتے اہل ایمان کی بخشش اور مغفرت کی دعا کرتے ہیں، اس امر کا بیان احادیثِ طیبہ میں کثرت سے ہوا ہے۔ برکت کے لئے ایک حدیث مبارک نقل کرتا ہوں:

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اَسْرَجَ سِرَاجًا فِی الْمَسْجِدِ لَمْ تَزَلْ حَمَلَةُ الْعَرْشِ يَسْتَغْفِرُوْنَ لَهٗ مَا دَامَ ذٰلِكَ الضَّوْءُ فِی الْمَسْجِدِ.

ترجمہ: جس شخص نے مسجد میں روشنی کا انتظام کیا، جب وہ روشنی مسجد میں رہے گی، عرش کو اٹھانے والے فرشتے اس شخص کی بخشش کی دعائیں کرتے رہیں گے۔

اہل ایمان کی مغفرت اور بخشش طلب کرنا انبیاء کرام علیہم السلام کی عاداتِ کریمہ سے ہے۔ حصولِ برکت کے لئے اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر نبی کی دعا نقل کرنے پر اکتفاء کروں گا۔

(رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِیْ ج رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَآءِ)

(رَبَّنَا اغْفِرْلِی وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ)

ترجمہ: اے میرے پروردگار! مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنا۔

اے ہمارے پروردگار! اور میری دعا قبول فرما۔

اے ہمارے پروردگار! قیامت کے روز میری، میرے والدین اور اہل ایمان کی مغفرت فرما۔

ربِّ کریم کو اپنے خلیل کی یہ دعا اس قدر پسند آئی کہ مستقل طور پر اس دعا کو اپنے محبوبِ کریم ﷺ کی امت کی نماز کا حصہ بنا دیا۔

آج پوری روئے زمین پر کروڑوں مسلمان جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں سجدہ ریز ہوتے ہیں، تو اس دعائے ابراہیمی کو اپنی نماز کے قعدۂ اخیرہ میں ضرور پڑھتے ہیں۔

تاجدارِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنی حیاتِ مقدسہ میں معمول رہا ہے کہ کم از کم عید قربان کے موقع پر ایک قربانی اپنی طرف سے پیش فرماتے، ایک قربانی اپنے گھر والوں کے لئے فرماتے اور ایک قربانی اپنی امت کے لئے پیش کر کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں عرض کرتے۔

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ (ﷺ) وَّ آلِ مُحَمَّدٍ (ﷺ) وَ مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ (ﷺ)

ترجمہ: اے میرے رحیم و کریم پروردگار! اسے محمد (ﷺ) آل محمد (ﷺ) اور امت محمد (ﷺ) کی طرف سے قبول فرما۔

تاجدارِ کائنات ﷺ کی اطاعت واتباع میں آپ ﷺ کے وصال کے بعد اس روایت محبت کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خراجِ عقیدت پیش کرتے

رہے۔

آپ زندگی بھر دو قربانیاں کرتے رہے۔

احباب نے پوچھا: بھائی علی! آپ دو قربانیاں کیوں کرتے ہیں؟

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواباً ارشاد فرمایا:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَوصَانِی اَضحٰی عَنْہُ فَاَنَا اَضحٰی عَنْہُ ۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ حرم سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی ہے:

اِنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔

اِنَّ اُمِّیَ افْتُلِتَتْ نَفْسَھَا وَ اَظُنُّھَا لَوْ تَکَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ ، فَھَلْ لَھَا اَجْرًا اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْھا ؟

قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔ نَعَمْ

ترجمہ: ایک شخص بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔عرض کی:

میری والدہ ماجدہ کی روح اچانک قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی، میرا گمان یہ ہے کہ اگر ان کو کچھ کہنے کا موقع میسر آ جاتا تو وہ ضرور صدقہ فرماتیں۔

(یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اگر میں اپنی والدہ ماجدہ کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کا اجر ان کو پہنچے گا؟ تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور اس امت کے سب سے زیادہ عالم حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں:

اِنَّ امْرَاَۃً عَنْ جُھَیْنَۃَ جَاءَ تْ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ

فَقَالَتْ :اِنَّ اُمِّیْ نَذَرَتْ اَنْ تَحُجَّ حَتّٰی مَاتَتْ اَفَاُحِجَّ عَنْهَا ؟ قَالَ(صلی اللہ علیہ وسلم) حِجِّیْ عَنْهَا اَرَءَیْتِ لَوْ کَانَ عَلٰی اُمِّکِ دَیْنٌ اَکُنْتِ قَاضِیَةً ؟ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَحَقُّ بِا لْوَفَاءِ .

ترجمہ: قبیلہ جہینہ سے ایک عورت بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئی، آ کر عرض کی۔ میری والدہ ماجدہ نے حج کی نذر مانی تھی۔مگر نذر کی ادائیگی سے پہلے ہی ان کا وصال ہو گیا کیا میں ان کی طرف سے حج ادا کرسکتی ہوں؟

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تیرا کیا خیال ہے اگر تیری والدہ کے ذمہ کسی کا قرض ہوتا تو کیا تو اس کو ادا کرتی؟

اس عورت نے عرض کی: جی (یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم)

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جواب سن کر ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کا بھی حق ادا کرو، اللہ تعالیٰ حق ادائیگی کا زیادہ اہل ہے۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں:

اَنَّهٗ قَالَ :

یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ! اِنَّ اُمَّ سَعْدٍ مَا تَتْ فَاَیُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ ؟

قَالَ (صلی اللہ علیہ وسلم) اَلْمَاءُ.

فَحَفَرَ بِئْرًا وَقَالَ : هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ.

یہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے، عرض کی:

یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ! سعد کی والدہ کا انتقال ہو گیا ہے (ان کے ایصال ثواب کے لئے) کس چیز کا صدقہ سب سے افضل ہے؟

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا: پانی

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانی کا کنواں کھدوایا اور فرمایا: یہ (کنواں) سعد کی والدہ کے لئے ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ کے چچازاد بھائی، اس امّت کے سب سے بڑے عالم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں:

اَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ تُوُفِّیَتْ اُمُّہٗ وَ ھُوَ غَائِبٌ عَنْھَا فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَسَلَّمَ ! اِنَّ اُمِّیْ تُوُفِّیَتْ وَ اَنَا غَائِبٌ عَنْھَا أَ یَنْفَعُھَا شَیْءٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ بِہٖ عَنْھَا ؟

قَالَ (ﷺ) نَعَمْ .

قَالَ : فَاِنِّیْ اُشْھِدُکَ اَنَّ حَائِطِیَ الْمِخْرَافَ صَدَقَۃٌ عَنْھَا.

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عدم موجودگی میں ان کی والدہ ماجدہ کا وصال ہوگیا۔

آپ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔

آ کر عرض کی یارسول اللہ ﷺ! میری عدم موجودگی میں میری والدہ ماجدہ کا انتقال ہوگیا ہے، اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا اُن کو اس کا فائدہ ہوگا؟

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں!

(یہ سن کر) حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی:

(میرے آقا ﷺ) تو پھر میں آپ ﷺ کو گواہ بناتا ہوں کہ میرا پھلوں والا باغ میری والدہ ماجدہ کی طرف سے صدقہ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں:

مَامِنْ اَھْلِ بَیْتٍ یَّمُوْتُ مِنھُمْ مَیِّتٌ فَیَتَصَدَّقُوْنَ عَنْہُ بَعْدَ مَوْتِہٖ اَھْدَاھَا اِلَیْہِ جِبْرَائِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَلٰی طَبَقٍ مِّنْ نُوْرٍ ثُمَّ یَقِفُ عَلٰی شَفِیْرِ الْقَبْرِ فَیَقُوْلُ : یَاصَاحِبَ الْقَبْرِ الْعَمِیْقِ ! ھٰذِہٖ ھَدِیَّۃٌ اَھْدَاھَا اِلَیْکَ اَھْلُکَ فَاقْبِلْھَا فَیَدْخُلُ عَلَیْہِ فَیَفْرَحُ بِھَا وَ یَسْتَبْشِرُ وَ یَحْزَنُ جِیْرَانُہُ الَّذِیْ لَا یُھْدٰی اِلَیْھِمْ شَیْءٌ .

جب بھی کوئی شخص اس دارِفانی سے رخصت ہوتا ہے اور اس کے گھر والے اس کے وصال کے بعد کوئی صدقہ کرتے ہیں تو جبرائیل امین اس صدقہ کو ایک نورانی تھال میں رکھ کر اس فوت شدہ شخص کی بارگاہ میں بطورِ ہدیہ پیش کرتے ہیں۔ جبرائیل امین اس قبر کے کنارے کھڑے ہوتے ہیں اور یہ آواز لگاتے ہیں:

اے گہری قبر والے! یہ تحفہ ہے، اسے تیرے گھر والوں نے تیری طرف روانہ کیا ہے۔ اسے قبول کر، اس کے بعد (جبرائیل امین) اس قبر میں داخل ہوتے ہیں، صاحب قبر (اس تحفہ کو پاکر) خوش ہوتا ہے اور مسرّت محسوس کرتا ہے۔ (اس تحفہ کو دیکھ کر) اس کے وہ پڑوسی غمگین ہو جاتے ہیں، جن کے گھر والوں نے ان کے لئے کچھ بھی روانہ نہیں کیا ہوتا۔

تاجدارِ کائنات ﷺ کے چچازاد بھائی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں:

مَا الْمَیِّتُ فِی الْقَبْرِ اِلَّا شِبْہَ الْغَرِیْقِ الْمُتَغَوِّثِ یَنْتَظِرُہٗ دَعْوَۃً مِّنْ اَبٍ اَوْ اُمٍّ اَوْ وَلَدٍ اَوْ صَدِیْقٍ ثِقَۃٍ فَاِذَا لَحِقَتْہُ کَانَتْ اَحَبَّ اِلَیْہِ عَنِ الدُّنْیَا وَ مَا فِیْھَا وَ اِنَّ اللّٰہَ لَیُدْخِلَ عَلٰی اَھْلِ الْقُبُوْرِ مِنْ دُعَاءِ اَھْلِ الدُّوْرِ اَمْثَالِ

الْجِبَالِ وَ اَنَّ هَدِيَّةَ الْاَحْيَاءِ لِلْاَمْوَاتِ الْاِسْتِغْفَارُ لَهُمْ وَالصَّدَقَةُ عَنْهُمْ .

موت کے بعد انسان قبر میں ایسے ہوتا ہے جیسے ڈوبتا ہوا شخص مدد کے لئے پکار رہا ہو، وہ ہر لمحہ اپنے والد گرامی، والدہ ماجدہ، اولاد اور وفادار دوست کی دعا کا انتظار کرتا ہے۔ جب اسے دعاؤں کا تحفہ موصول ہوتا ہے تو وہ اسے دنیا و مافیہا سے محبوب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا والوں کی دعائیں قبر والوں پر پہاڑوں کی مانند داخل فرماتا ہے۔ زندہ لوگوں کا استغفار اور ان کی طرف سے صدقہ فوت شدہ لوگوں کے لئے تحفہ ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

تاجدارِ کائنات ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلٰثَةٍ مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْ لَهٗ .

موت کے ساتھ انسان کے سارے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں، مگر تین اعمال کا ثبوت موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔

(۱) نیک اولاد

(۲) نفع دینے والا علم

(۳) صدقہ جاریہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تُرْفَعُ لِلْمَيِّتِ بَعْدَ مَوْتِ دَرَجَتُهٗ فَيَقُوْلُ : اَیْ رَبِّ : اَیُّ شَیْءٍ هٰذِهٖ ؟ فَيُقَالُ : وَلَدُکَ اِسْتَغْفَرَلَکَ .

ایک شخص کا جنت میں درجہ اچانک بلند ہو جاتا ہے، وہ عرض کرتا ہے۔اے میرے مالک! میرا درجہ کس وجہ سے بلند ہوا ہے۔

ربّ ذوالجلال ارشاد فرماتا ہے کہ تیرے بیٹے نے تیرے لئے دعا کی ہے۔

تفسیر کبیر میں امام المفسرین فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ نے ایک روایت درج کی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر ایک بار ایک قبر سے ہوا، آپ نے نگاہِ نبوت سے دیکھا کہ صاحبِ قبر پر عذاب ہو رہا ہے۔آپ یہ مشاہدہ فرما کر گزر گئے۔واپسی پر دیکھا کہ وہی صاحبِ قبر آرام سے ہے۔تعجب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے عرض کی:

یا اللہ! یہ کیا ماجرا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے جواب دیا:

فَاَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى : يَاعِيسٰى ! هٰذَا الْعَبْدُ مُذْمَاتَ كَانَ مَحْبُوْسًا فِيْ عَذَابِيْ وَ كَانَ قَدْ تَرَكَ اِمْرَأَةً حُبْلٰى فَوَلَدَتْ وَلَدًا وَرَبَّتْهُ حَتّٰى كَبُرَ فَسَلَّمَتْهُ اِلٰى مُعَلِّمٍ فَلَقَّنَهُ الْمُعَلِّمُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ .

فَاسْتَحْيَيْتُ مِنْ عَبْدِيْ اَنْ اُعَذِّبَهُ بِنَارِيْ فِيْ بَطْنِ الْاَرْضِ وَ وَلَدُهٗ يَذْكُرُ اِسْمِيْ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ .

اے عیسیٰ! جب یہ شخص فوت ہوا تو اس کی اہلیہ امید سے تھی، اس کے وصال کے بعد بچہ ہوا، آج اُس بچہ نے استاد سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھا۔مجھے حیا آ گئی کہ اس صاحبِ قبر کا بچہ زمین کے اوپر میری شانِ رحمت کا تذکرہ کرے اور میں اس کے باپ کو زمین کے اندر عذاب دوں؟ پس میں نے عذاب اٹھا دیا۔

اندازہ کریں! کہ جب بغیر نیت کے نابالغ اولاد کا نیک عمل فوت شدہ باپ

کے لئے اتنا فائدہ مند ہے تو نیت کے ساتھ بالغ لواحقین کا نیک عمل میت کو کتنا فائدہ دیتا ہوگا ؟

تاجدارِ کائنات ﷺ کے چچازاد بھائی، اس امت کے سب سے بڑے عالم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں۔

مَرَّ النَّبِیُّ ﷺ عَلٰی قَبرَیْنِ فَقَالَ: اِنَّھُمَا لَیُعَذَّبَانِ مِنْ کَبِیْرٍ.
ثُمَّ قَالَ بَلٰی اَمَّا اَحَدُھُمَا فَکَانَ یَسْعٰی بِالنَّمِیْمَۃِ . وَ اَمَّا الْاٰخَرُ فَکَانَ لَا یَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِہٖ .
ثُمَّ اَخَذَ عُوْدًا رَطْبًا فَکَسَّرَہٗ بِاثْنَیْنِ ثُمَّ غَرَزَ کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا عَلٰی قَبْرٍ ثُمَّ قَالَ لَعَلَّہٗ یُخَفِّفُ عَنْھُمَا مَا لَمْ یَیْبِسَا.

تاجدارِ کائنات ﷺ کا گزر دو قبروں سے ہوا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان دونوں قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور ان کو عذاب کسی بڑی وجہ سے نہیں ہو رہا ہے۔

پھر ارشاد فرمایا: ہاں! ان میں سے ایک کو چغل خوری کی عادت تھی اور دوسرا پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا۔ اس کے بعد تاجدارِ کائنات ﷺ نے ایک سبز شاخ لی، اس شاخ کے دو حصے کئے اور ایک ایک حصہ ایک ایک قبر پر گاڑھ دیا اور فرمایا : جب تک یہ شاخیں سبز رہیں گی، مجھے اُمید ہے کہ ان سے عذاب ہلکا رہے گا۔

مقام غور یہ ہے کہ جب سبز شاخوں کی تسبیحات ان لوگوں کے عذاب ہلکے ہونے کا سبب بن جاتی ہیں تو زندہ اہلِ ایمان لوگوں کی تلاوتِ قرآن حکیم اور صدقہ و خیرات سے فوت شدگان کو فائدہ نہ ہوتا ہوگا؟ ضرور زندوں کے نیک اعمال کا فائدہ ہوتا ہے۔

فائدہ:

۱) تاجدارِ کائنات ﷺ نے جس طرح عالمِ دنیا میں رہتے ہوئے عالم برزخ کے احوال کو نگاہِ نبوت اور چشم فراست سے مشاہدہ کیا۔قبر والوں کے عذاب کو دیکھا،ان کے عذاب کے سبب کو جانا اور عالم دنیا میں رہتے ہوئے ان کے عذاب کے ہلکا ہونے کا سبب بنے۔اسی طرح اگرچہ آپ ﷺ اب عالم برزخ میں ہیں مگر آپ ﷺ عالمِ دُنیا کے احوال کا مشاہدہ کرتے ہیں۔احوال کے ظہور کے اسباب سے آگاہ ہوتے ہیں اور اپنی امت کے دکھیاروں کی مدد کرتے ہیں۔

قارئین کرام! اہل اسلام جو اپنے فوت شدگان کو ثواب پہنچانے کے لئے مختلف مجالس مثلاً اولیاء کرام کے اعراس، شہنشاہِ بغداد کی گیارہویں شریف، اپنے اعزہ واقارب کے لئے ختمات کی مجالس قائم کرتے ہیں۔ان سب کی اصل ایصالِ ثواب ہی ہے۔

ایصالِ ثواب مطلقاً جائز بلکہ مستحب ہے،شریعت اسلامیہ نے اس کی کوئی شکل متعین نہیں کی۔کوئی بھی نیک عمل کر کے اس کا ثواب فوت شدہ شخص کو پہنچایا جاسکتا ہے۔لہٰذا کسی خاص عمل پر اصرار کرنا بھی جائز نہیں ہے اور کسی خاص نوعیت کے ایصال ثواب نہ کرنے پر نکیر بھی جائز نہیں ہے۔ایسے ہی کسی خاص شکل کو ناجائز قرار دینا بھی صحیح نہیں ہے۔شریعت کی طرف سے کامل طور پر آزادی ہے،کوئی مسلمان کوئی بھی نیک عمل کر کے اس کا ثواب دوسرے مسلمان کو پہنچا سکتا ہے۔

مناظرہ میر پور

یہ ڈوگرہ دور کی بات ہے کہ پیر طریقت غواث بحر معرفت قبلۂ عالم الحاج الحافظ حضرت علامہ مولانا محمد عبداللہ لدڑوی میر پوری رحمۃ اللہ علیہ نے میر پور میں جمعہ شروع فرمایا، پہلا جمعہ محلّہ حیدر آباد کی ایک مسجد میں پڑھایا، وہ مسجد چھوٹی تھی، اس لئے آپ نے دوسری مسجد جو محلّہ گکھڑاں میں تھی جمعہ پڑھانا شروع کیا، لوگ جوق در جوق آنے لگے۔ مسجد میں دن بدن اضافہ ہونے لگا، مسجد میں جگہ کم ہو گئی، آبادی بڑھتی گئی اور اہل حدیث جلنے لگے۔

اہلِ حدیث مولوی عظیم اللہ جن کا میر پور میں طوطی بول رہا تھا، برداشت نہ کر سکا اور مولانا علامہ پیر محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مناظرہ کی دعوت دے دی۔ اس چیلنج کو قبلۂ عالم نے قبول فرمالیا۔ اب اُس وقت مسلک اہلسنّت و جماعت کا زور میر پور میں شروع ہوا اور فقہ حنفی کا پرچار ہونے لگا۔ شرائط مناظرہ طے ہو گئیں، اہل حدیثوں کی طرف سے مولانا ثناء اللہ مناظر مقرر ہوئے اور ان کے معاون مولوی عظیم اللہ مقرر ہوئے۔ حنفیوں کی طرف سے مولانا کرم الدین تحصیل چکوال ضلع جہلم مناظر مقرر ہوئے اور ان کے معاون حضرت علامہ مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ مقرر ہوئے، تاریخ کا اعلان ہو گیا۔ میر پور کے مشرقی حصہ میں مناظرہ گاہ مقرر ہوا، موضوع مناظرہ فرقہ ناجیہ قرار پایا۔

آمنے سامنے گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا، اپنے اپنے انداز میں قرآن وحدیث سے استدلال پیش کیا جاتا رہا، تابک توڑ سوال وجواب ہوتے رہے، جب مولوی ثناء اللہ امرتسری قرآن وحدیث سے جواب نہ دے سکے تو مذاہبِ اربعہ یعنی حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی کو غلط ثابت کرنے کے لئے ایک فارسی کا شعر پڑھا اور اسے مثنوی مولانا روم کی طرف منسوب کیا، شعر یہ تھا:

دین حق را چار مذہب ساختند

فتنہ در دینِ نبی انداختند

ترجمہ: ان لوگوں نے دین حق میں چار مذہب بنا کر دین نبی میں فتنہ برپا کیا ہے۔

اس شعر کا پڑھنا تھا کہ مولانا کرم دین جو مثنوی مولانا روم سے پوری طرح واقف نہ تھے، حیران وپریشان ہوگئے اور تھوڑا سا خاموش ہوگئے تو حضرت علامہ مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً فرمایا کہ مولوی کرم دین آپ بغیر خوف وخطر کے فرما دیں کہ اگر یہ شعر مثنوی مولانا روم میں ہو تو مولانا ثناء اللہ امرتسری کو ایک صد روپیہ انعام دیا جائے گا، کتاب مثنوی شریف لائی گئی، مولانا ثناء اللہ امرتسری نے ورق الٹنے پلٹنے شروع کئے، کافی دیر لگا دی مگر اہلحدیث مناظر یہ شعر مثنوی مولانا روم سے نہ نکال سکا اور بھرے مجمع میں جھوٹا قرار پایا۔ نعرے لگنے لگے اور مولانا ثناء اللہ امرتسری بھاگ گیا۔ اور اہلسنّت وجماعت حنفیوں کو صرف ایک ہی نقطہ سے شاندار فتح حاصل ہوئی اور اہلحدیثوں کو ایسی شکستِ فاش ہوئی کہ ہمیشہ کے لئے میرپور میں سر نہ اٹھا سکے۔

اس ساری فتح اور کامیابی کا راز قبلہ عالم حضرت پیر محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی وسعتِ علمی اور معلومات پر تھا کیونکہ قبلۂ عالم کو عربی کے جملہ فنون میں کمال کی دسترس حاصل تھی اور تصوف اور مثنوی مولانا روم میں خصوصی عبور تھا۔ جس کی بدولت یہ مناظرہ

جیتا گیا اور اللہ تعالیٰ نے حنفیوں کی لاج رکھ لی۔

یہ حضور نبی کریم ﷺ کا فیض تھا اور اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ اتنا بڑا مناظرہ جیتا گیا۔ جاتے ہوئے یعنی بھاگتے ہوئے وہ وہابی کہہ گیا کہ شعر کے ذریعے میں نے بڑے بڑے حنفیوں کو زیر کر دیا۔ مگر مولانا حافظ محمد عبداللہ لدڑوی میر پوری رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی تصرف نے مجھے شکست دی ہے۔

یہ وہ دور تھا جب ڈوگرہ کی حکومت تھی اور ہندوؤں کا دور دورہ تھا، مسلمان آزادی سے جمع ہو کر نماز ادا نہیں کر سکتے تھے، اس وقت حکومت سے کوئی بھی ٹکر لینے کے لئے تیار نہ تھا، اس مشکل وقت میں حضرت قبلۂ عالم مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے میر پور میں جمعہ شروع فرمایا جو آج تک بلکہ ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک جاری رہے گا۔

اس کے بعد آپ نے چھ گھنٹے تقریر فرمائی اور مذاہبِ باطلہ کا رڈ فرمایا اور قرآن وحدیث سے ثابت فرمایا کہ حضور ﷺ کی امت میں تہتر فرقے ہوں گے۔ ان میں صرف ایک نجات والا ہوگا۔ جو اہلسنّت ہوگا اس لئے اہلسنّت اہل جنت ہیں باقی تمام فرقے بدعتی اور جہنمی ہوں گے۔ آپ کی پوری تقریر کا خلاصہ حیات کامل میں دیکھ سکتے ہیں جس کو مفتیِ اعظم آزاد کشمیر مفتی محمد عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے۔

غائبانہ نمازِ جنازہ

سوال: کیا غائبانہ نماز جنازہ جائز ہے یا کہ نہیں؟ اگر نہیں ہے تو حضرت نجاشی بادشاہ کی نماز جنازہ کے حال کی وضاحت فرمائیں۔ (محمد عبد الحفیظ)

جواب: غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں۔ فقہاء کرام فرماتے ہیں:

مِنَ الشُّرُوْطِ حُضُوْرُ الْمَيِّتِ وَ وَضْعُهٗ وَ كَوْنُهٗ اَمَامَ الْمُصَلِّىْ فَلَا تَصِحُّ عَلٰى غَائِبٍ وَ لَا مَحْمُوْلَ عَلٰى دَابَّةٍ وَّ لَا عَلٰى مَوْضُوْعٍ خَلْفَهٗ.

(فتاویٰ عالمگیری، ۱:۱۶۴)

ترجمہ: نماز جنازہ کی شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ میت کا موجود ہونا اور اس کا زمین پر رکھا ہوا ہونا اور نمازی کے سامنے ہونا۔ پس غائب کی نمازِ جنازہ جائز نہیں، نہ سواری پر اٹھائے ہوئے کی اور نہ نمازی کے پیچھے رکھے ہوئے کی۔

قرآن وحدیث میں غائبانہ نماز جنازہ کا لفظ ڈھونڈنے سے نہیں ملتا اور نہ ہی صحابہ کرام، تابعین عظام اور خلافتِ راشدہ کے عظیم دور میں۔ بیشمار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے مگر کسی کی بھی غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت مولا علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کسی کی غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ اگر کسی کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی گئی تو اس کا ثبوت پیش

کیا جائے لیکن نہ آج تک کوئی پیش کر سکا ہے اور نہ قیامت تک کوئی پیش کر سکے گا۔

اصل بات یہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو حدیث پاک کی سمجھ تھی، اس لئے ان کو پوری بات کا علم تھا، وہ جانتے تھے اس لئے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے یہ بات واضح کردی کہ وَمَا نَحْسِبُ الْجَنَازَةَ اِلَّا مَوْضُوْعَةً بَيْنَ يَدَيْهِ۔ (مسند امام احمد : ۴ : ۴۴۶)

ترجمہ: ہم نہیں خیال کرتے مگر یہ کہ جنازہ نبی کریم ﷺ کے سامنے رکھا ہوا تھا۔

اور ابن حبان کے الفاظ یہ ہیں:

وَ هُمْ لَا يَظُنُّوْنَ اِلَّا اَنَّ جَنَازَةً بَيْنَ يَدَيْهِ .

ترجمہ: اور صحابۂ کرام خیال نہیں کرتے تھے مگر یہ کہ جنازہ حضور ﷺ کے سامنے ہے۔

مسند عجلانہ میں تو یہ الفاظ ہیں:

نَحْنُ لَا نَرٰی اِلَّا اَنَّ الْجَنَازَةَ قُدَّامَنَا .

ترجمہ: ہم نہیں دیکھتے تھے مگر یہ کہ جنازہ ہمارے آگے ہے۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ سمجھ کر نجاشی بادشاہ کا جنازہ پڑھا ہی نہیں کہ جنازہ غائب ہے۔ بلکہ اس خیال سے جنازہ پڑھا کہ نجاشی کی میت حضور ﷺ کے سامنے ہے۔ بلکہ بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو نظر بھی آیا چونکہ وہ جنازہ سامنے موجود تھا اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے سامنے موجود سمجھ کر نماز جنازہ پڑھی۔

نجاشی بادشاہ حبشہ کا تھا۔ چونکہ اہلِ کفر میں مقیم تھا اور وہاں کوئی ایسا نہ تھا جو اس کی نمازِ جنازہ پڑھتا، لہٰذا نبی کریم ﷺ کے لئے اس کی نمازِ جنازہ ادا کرنا ضروری

تھا کیونکہ آپ ﷺ اس کے نبی تھے اور لوگوں کی نسبت اس کے زیادہ حق دار تھے۔ یہ حضور ﷺ کی خصوصیت میں شامل ہے۔

پس اسی سبب سے آپ کو اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے کی دعوت دی اور اس لئے بطور کشف جنازہ آپ ﷺ کے سامنے کر دیا گیا اور آپ ﷺ نے نجاشی کا نماز جنازہ پڑھایا۔ یہ غائبانہ نہیں تھا بلکہ حاضر تھا۔ اہل حدیث آج تک بلکہ صبح قیامت تک کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتا، نہ کر سکا ہے اور نہ کر سکے گا۔

وَاللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ

☆......☆......☆......☆......☆......☆

☆......☆......☆......☆......☆......☆